عرب جمہوریۂ مصر

وزارتِ اوقاف

سپریم کونسل برائے اسلامی امور

اسلام میں گرجوں کی حفاظت

تقریظ

پروفیسر ڈاکٹر محمد مختار جمعہ

وزیرِ اوقاف

پروفیسر ڈاکٹر شوقی علام

مفتی جمہوریۂ مصر

قاہرہ

1437ھ- / 2016ء

انتساب

عالی جاہ عبد الفتاح سیسی حفظہ اللہ ورعاہ/صدر مملکت عربی جمہوریۂ مصر کے نام۔

انکی عالمی کوششوں کو سراہتے ہوئے جو انہوں نے تشدد اور دہشت کے سد باب کیلئے کیا ہے، اور دینی خطاب کی تجدید کے تیئں جو روشن نظریہ وہ رکھتے ہیں اس کو سراہتے ہوئے، اور انکے بعض حقوق کی ادائگی کے خاطر جو کوشش انہوں نے معتدل فکر کے تعاون میں، اور تمام انسانوں کا باہم سلمی طور پر زندگی گزانے کے اصول کی ترسیخ میں صرف کیا ہے۔

ان تمام وجوہات کے بناپر میں اپنی اس کتاب کے انتساب سے بہت زیادہ خوشی محسوس کررہاہوں جو وزارت اوقاف کی جانب سے شائع کی جارہی ہے، جو وزارت غلط مفہوم کی اصلاح اور موجودہ وقت میں پیش آنے والے مسائل کو صحیح اسلامی تصور اور انسانی تہذیب وثقافت کی روشنی میں ادا کرنے کی ذمہ داری نبھاتی ہے۔

مؤلفین ومرتبین

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین ، والصلاۃ والسلام علی خاتم أنبیائہ ورسلہ سیدنا محمد بن عبد اللہ ، وعلی آلہ وصحبہ ومن تبع ھداہ الی یوم الدین- وبعد:

اس بات پر ہمارا ایمان ہے کہ اسلامیات کے علماء اور فقہاء کی مدد اور انکے تعاون کے ذریعہ دینی خطاب کی تجدید، اور موجودہ وقت میں پیش انے والے مسائل میں دقیق اور جدید تحقیق، اور ہمارے دین حنیف کی روادارانہ تہذیبی صورت کو اجاگر کرنا، اور مشکل مسائل کو حکمت اور ہمت کے ساتھ پیش کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے-تاکہ بلاکسی تفریق موجودہ وطنیت وقومیت کے اساس کو مضبوط بنایا جاسکے، اور دین ومذہب، اور رنگ ونسل، اور زبان کی تمیز کے بغیر مشترک انسانی زنگی گزارنے کے تصور کو قائم کیا جاسکے۔

اللہ تعالی کے فرمان کی پیروی کرتے ہوئے **" لاَ إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ "** (البقرۃ:256) (دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں، ہدایت ضلالت سے روشن ہو چکی ہے)- اس بات پر بھی ہمارا ایمان ہے کہ تنوع اور اختلاف یہ اللہ تعالی کی کونی سنت ہے، ارشاد ربانی ہے : **" وَلَوْ شَاء رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلاَ يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ * إِلاَّ مَن رَّحِمَ رَبُّكَ وَلِذَلِكَ خَلَقَهُمْ"** (ھود 118-119) (اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی راہ پر ایک گروہ کر دیتا۔ وہ تو برابر اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے۔ **(۱۱۹)** بجزان کے جن پر آپ کا رب رحم فرمائے)-

فکر کے تنگ دائرے سے نکل کر اسلام کی کشادگی میں داخل ہونے اور دوسرے کے تئیں اسکے احترام کو سمجھنے کی ضرورت ہے، اور یہ اپنے آپ کے ساتھ انصاف کا بھی تقاضہ کہ ہم پر جو دوسروں کے

حقوق ہیں اسکو اجاگر کریں، تاکہ مشترکہ احترام کی جڑیں مضبوط ہوں، اور پر تشدد فکر کا خاتمہ ہو، اور تاکہ تمام دنیا کے سامنے اسلام کی رواداری کھل کر سامنے آیے، اور یہ بات صاف ہو جائے کہ اسلام کی صورت کو بگاڑنے کی جو انتھک کوشش کی جارہی ہے اسلام کی رواداری کی وجہ سے کوئی پودا مرجھا نہیں سکتا ہے۔

ان تمام وجوہات کی بناپر یہ کتاب "اسلام میں کنیسہ کی حفاظت" شائع ہوئی، جسکی تالیف و ترتیب میں چنیدہ اور منتخب علماء کرام اور فضلاء حضرات نے حصہ لیا، اور اس کا آخری مراجعہ ڈاکٹر شوقی علام مفتی جمہوریۂ مصر کے ذریعہ ہوا، اس ضمن میں بہت سے موجودہ مسائل کو پیش کیا گیا ہے، اور یہ کتاب غلط مفہوم کی اصلاح اور تجدید میں ایک انسائکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے، ہم اللہ سے درستگی اور توفیق و قبول کے طلبگار ہیں، اور وہی اس پر قادر ہے۔

اور اللہ ہی پر بھروسہ ہے اور وہی درست اور سیدھے راستہ کی جانب ہدایت دینے والا ہے،،

پروفیسر /ڈاکٹر/ محمد مختار جمعہ مبروک

وزیر اوقاف اور اسلامی ریسرچ اکیڈمی کے ممبر

اور سپریم کونسل برائے اسلامی امور کے صدر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

الحمد للہ، والصلاۃ والسلام علی سیدنا رسول اللہ وعلی آلہ وصحبہ ومن والاہ. اما بعد

بلاشبہ اسلام کا پیغام ایک ایسے اعلی اقدار سے نکلتا ہے جس کے گرد پوری شریعت گھومتی ہے، اور وہ ہے اللہ کی مخلوقات کے ساتھ رحمت، اور اسی کو قرآن نے بیان کیا ہے، جب نبوت کے پیغام کو اپنے اس قول میں سمیٹ دیا: **"وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ "**(الأنبیاء: 107) (اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔) تو اسلامی خطاب میں عقیدت و شریعت اور اخلاق کے اعتبار سے رحمت ہی اعلی اقدار اور معیار ہے۔

اسی لئے اسلامی شریعت ہر زمانہ اور ہر جگہ اور ہر حالت اور ہر شخص کے لئے مناسب ہے۔ تو اسلامی شریعت اپنی اسلامی شناخت کی بقا اور تہذیبی و تمدنی خصوصیات کے احترام کے ساتھ وہ تمام تہذیبوں اور ثقافتوں کو شامل کرتا ہے، اور تمام دوسرے ادیان کے ساتھ معاملہ کرتا ہے، تو دین ہر مذہب سے وسیع تر ہے اور اللہ کی رحمت ہر مخلوق کو محیط ہے۔

قرآن کریم تمام انسانیت کو مخاطب کرتا ہے کیونکہ کچھ چیزیں باہم مشترک ہیں جو تقوی اور پرہیزگاری کی راہ میں باہم قربت اور آپسی تعاون کا موقع فراہم کرتی ہیں، تو ادیان کے اختلاف کے باوجود لوگوں کو اس بات کی طرف بلاتا ہے جو انہیں آپس میں باہم جوڑتی ہے، اور وہ ہے کوکھ کا رشتہ، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:"**"يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا"** (النساء: 1) (اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی

کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں، اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناطے توڑنے سے بھی بچو بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔)۔

اللہ تعالی نے تمام انسانوں کو انکے نسلی وتہذیبی تنوع اور آپسی اختلاف کے باوجود انکو صاف الفاظ میں آپسی قربت اور باہم تعارف اور سلمی زندگی گزانے کی دعوت دیا ہے- اللہ تعالی کا ارشاد ہے: " **يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ**"(الحجرات:13) (اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد وعورت سے پیدا کیاہے اور اس لئے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو کنبے اور قبیلے بنا دیئے ہیں، اللہ کے نزدیک تم سب میں باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔ یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے۔)۔

اسلامی شریعت انسان کی انسانیت اور اسکے کرامت کی حفاظت کرتی ہے، بلکہ اسکے تمام مقاصد بلا تمیز انسان کی حفاظت کے گرد گھومتے ہیں، تو انسان کی جان ومال اور اسکی عزت وآبرو اور اسکے عقل کی حفاظت مکمل فطری ہم آہنگی کے ساتھ کرتی ہے، جو انہیں انسانی حقوق اور انسانی کرامت کی حفاظت کی دعوت دیتی ہے، اور ان حقوق میں سے انسان کو عبادت کا حق ہے، اسے اختیار دیا ہے کہ جس دین اور مذہب پر اسکا دل مطمئن ہو اسکی عبادت کرے، اور اس اختیار کا وہ خود اللہ کے سامنے مکمل جوابدہ ہوگا، تو معلوم ہوا کہ عقیدہ میں زور زبردستی نہیں ہے، جسکا اقرار قرآن کریم نے کیا ہے: " **لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ**"(البقرة: 256) (دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں، ہدایت ضلالت سے روشن ہو چکی ہے)۔

اسی لئے آسمانی دین کے ماننے والوں اور انکی عبادتگاہوں کی حفاظت اسلامی آبادکاری کے مقاصد میں سے ہے-اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **"وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ"** (الحج:40) (اگر اللہ تعالی لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو عبادت خانے اور گرجے اور مسجدیں اور یہودیوں کے معبد اور وہ مسجدیں بھی ڈھا دی جاتیں جہاں اللہ کا نام بہ کثرت لیا جاتا ہے۔ جو اللہ کی مدد کرے گا اللہ بھی ضرور اس کی مدد کرے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑی قوتوں والا بڑے غلبے والا ہے-)- لوگوں کے درمیان دینی اور نسلی اختلافات کے باوجود بہت سے اسباب موجود ہیں جس بناپر ہم دنیا کی آبادکاری میں باہم تعاون کر سکتے ہیں۔

مسلمان اسلام کے ابتدائی عھد سے ہی مختلف ادوار اور تہذیبوں کے درمیان زندگی گزارتے رہیں، سیرت نبوی چار مختلف نظام کے ساتھ زندگی گزارنے کانمونہ پیش کرتی ہے، پہلا نظام مسلمانوں کے ساتھ دشمنی پر منحصر تھا، مسلمانوں نے اس نظام میں اپنے آزادانہ عبادتی حق کو پانے کیلئے جانتوڑ کوشش کی، پھر اس مرحلہ کے بعد معاشرے میں مختلف عقیدہ رکھنے والے افراد کے ساتھ مشترک مثبت اور مخلوط زندگی گزارنے کا مرحلہ آیا اور یہ حبشہ کی ہجرت کا وقت ہے، تو لوگوں کے ساتھ معاشرے کی تعمیر وترقی میں شریک ہوتے رہے اور مخالفین کے طریقہ عبادت کو نظرانداز کرتے رہے، یہاں تک کہ مدینہ منورہ منتقل ہوگئے، پھر یہاں مختلف دین کے ماننے والے لوگوں کی جانب سے انکے ایمان اور عقیدہ کے مطابق عبادت کی آزادی کا دفاع کرتے رہے، اور اس کے بہت سے شواھد اور دلائل موجود ہیں یہاں تک کہ بنی صل اللہ علیہ وسلم نے وفد کے سال میں نجران کے نصرانی وفد کو اپنی مسجد میں پناہ دیا۔

جبکہ مسلمان کے نزدیک مسجد اللہ کی عبادت کا مخصوص گھر ہوتا ہے، توانکے کنیسوں اور گرجا گھروں کے بارے میں کیا خیال جہاں وہ عبادت اور اپنے مذہبی رسوم ادا کرتے ہیں، مسلمانوں نے انکی

ضرورت کے مطابق اسے باقی رکھنے کا اعتراف کیا ہے، تو انکی عبادت گاہوں کی حفاظت اور عبادت کی آزادی کا حق زیادہ اہم اور ضروری ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب نے کیا ہی خوب کارنامہ انجام دیا کہ بیت المقدس میں رہنے والے عیسائیوں کے گرجاگھروں کو منہدم کرنے سے منع کیا اور انکے ساتھ عہد نامہ لکھا جسے عھد عمری کہا جاتا ہے، اور شروع زمانہ سے مسلمانوں کی شاندار تاریخ اور انکی صاف ستھری تہذیب اور اعلی اخلاق کے آئینہ میں مسلمانوں کا یہی عمل رہا ہے، یہاں تک کہ مصر کے مشہور محدث اور فقیہ امام لیث بن سعد اور مصر کے قاضی اور امام عبد اللہ بن لھیعہ نے اس بات کی تاکید کی ہے کہ مصر کے زیادہ تر گرجاگھر اسلامی عھد میں ہی تعمیر ہوئے ہیں، اور مصر کے حاکم موسی بن عیسی نے ہارون رشید کے زمانہ میں منہدم گرجاگھروں کی از سرے نو تعمیر کا حکم دیا تھا، جو ان سے پہلے کے لوگوں نے منہدم کرکے اسے ملک کی عمارت میں شامل کر دیا تھا، اور یہ دونوں حضرات اپنے زمانے میں مصر کو سب سے اچھے ڈھنگ سے جاننے والے تھے، (اس سلسلے میں کندی کی کتاب "الولاۃ والقضاۃ" کا مطالعہ کریں) مطبعۃ الآبا الیسوعیین، بیروت سال 1908م، ص132).

اس بات سے اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے جو مصری وزارت اوقاف کی جانب سے شائع ہوئی ہے، یہ کتاب دین اسلام کے روشن پہلو کو اجاگر کرتی ہے جس سے مخالفین کے ساتھ رواداری اور ترقی کی راہ ہموار ہوتی ہے، اور بالخصوص اہل کتاب کے ساتھ، کہ انکو اپنی عبادت گاہوں میں مذہبی رسوم کے ادائگی کی آزادی حاصل ہے، اور اسی لئے انکی عبادت گاہوں کی حفاظت کی ضمانت دی گئی ہے، انکی حفاظت اس سے بڑھ کر ہے- تو ان پر کسی طرح کی بھی زیادتی کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

مسلمانوں کے اسلاف اور اخلاف کی شاندار تاریخ اور انکی صاف ستھری تہذیب اور اعلی اخلاق کے آئینہ میں مسلمانوں کا ہمیشہ یہی عمل رہا ہے کہ انہوں نے ملک کے فتح کرنے سے پہلے وہاں کے لوگوں کے دلوں کو فتح کیا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر/شوقی علام
مفتی دیارِ مصر

گرجاگھروں کی حفاظت میں اسلامی رواداری کا اثر(1)

اس مسئلہ کو پیش کرنے کے لئے تین حقیقت کو سامنے رکھنا چاہتا ہوں جو اس موضوع میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے:

پہلی حقیقت: یہ ہیکہ جس کسی شریعت میں دین کو سیاسی غرض ومقاصد کے لئے استعمال کیا گیا تو یہ فعل وہاں کے رہنے والے انسانوں اور وہاں دوسری شریعت کے ماننے والے لوگوں اور ہم وطنوں کے درمیان وبال بن کر ظاہر ہوا۔

تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جب کبھی کسی گروہ نے دین کو اپنے سیاسی غرض کیلئے استعمال کیا تو یہ انسان کی زندگی میں ایک سنگین تجربہ ثابت ہوا ہے۔

دوسری حقیقت: ہماری شاندار اسلامی شریعت کی بنیاد ہے کہ انسان کو اس بات کی مکمل آزادی حاصل ہے کہ وہ جس شریعت کو اپنانا چاہے اپنایے اور جس آسمانی کتاب پر ایمان لانا چاہے ایمان لایے جو اس شریعت سے متعلق ہے یا وہ نبی اسے لیکر آئے ہیں، اور ان تمام کا حساب اللہ وحدہ لا شریک لہ کے ذمہ ہے، لیکن مسلمانوں سے اس بات کا مطالبہ بھی ہے کہ وہ اللہ اور اسکے فرشتوں اور تمام آسمانی کتابوں اور تمام رسولوں پر بلا تفریق ایمان لائے، اور اس پر دلالت کیلئے ہم اللہ تعالی کا قول پڑھتے ہیں: {**لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ**} (البقرة: 256) (دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں، ہدایت ضلالت سے روشن ہو چکی ہے)-

یہ آیت قرآنی اپنے اس صیغہ کے ساتھ صاحب اسرار کے قوت کی حیثیت رکھتی ہے، مطلب یہ ہوگا کوئی صاحب شریعت ہے جو امن وامان اور زندگی کے استقرار کا کفیل ہے، اگر ایسی زندگی چاہتے ہیں جس میں کسی طرح کی بے چینی اور پریشانی نہ ہو اور نہ تو کوئی ڈر اور خوف ہو تو ضروری ہے کہ کسی خاص دین اور فکر کو ماننے کیلئے دوسروں کو مجبور نہ کیا جائے۔

---

(1) مضمون نگار پروفیسر ڈاکٹر محمد سالم أبو عاصی، ڈین آف فیکلٹی آف اسلامیک-اسٹڈیز جامعہ ازہر .

سورہ یونس میں نبی صل اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالی کا قول ہے: {**وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّى يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ**} (یونس: 99) (اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام روئے زمین کے لوگ سب کے سب ایمان لے آتے، تو کیا آپ لوگوں پر زبردستی کرسکتے ہیں یہاں تک کہ وہ مومن ہی ہوجائیں)۔

اس بات پر غور کرنا کافی ہے کہ جس کی جانب ایمان کی مشیئت منسوب ہے وہ اللہ قوی اور قدیر کی ذات ہے، تو آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص کیلئے مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی کو کسی خاص دین میں داخل ہونے کیلئے مجبور کرے، کیونکہ یہ اللہ کی مشیئت کے خلاف ہے، جو لوگوں میں عقیدہ کے اختلاف کا متقاضی ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: {**وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ**} (ھود: 118) (اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی راہ پر ایک گروہ کر دیتا۔ وہ تو برابر اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے۔) گویا کہ کسی کو ایمان پر مجبور کرنا اللہ کی مرضی کے خلاف ہے۔

اسلام کے اہم مبادی میں سے یہ ہے کہ جو قوم بھی اسکے زیر سایہ رہتی ہے گرچہ دینی اختلاف کیوں نہ ہو اس قوم کا حق ہے کہ انکے عقیدے اور انکے رسم ورواج اور انکے میراث کی حفاظت کی جائے، جن پر وہ اسلام کے آنے سے پہلے قائم تھے، اور ملک کی ذمہ داری ہے کہ ان قوموں کی حفاظت کی جائے۔

ڈاکٹر اڈمن رباط اسلامی مملکت کی رواداری کے سلسلے میں کہتے ہیں: "جو قوم اسلامی نظام کے ماتحت رہتی تھی انہیں بھی حق تھا کہ وہ اپنے عقیدے اور رسم ورواج اور اپنے سرمایہ کی حفاظت کرے،

جب کہ اس زمانہ میں یہ رواج بنا ہوا تھا کہ بادشاہ اپنی رعایہ کو جبرا اپنے دین کی پیروی کیلئے مجبور کرتے تھے(2).

یہ حقیقت قرآن اور حدیث سے ثابت ہے اور اسکی تطبیق اور عملی نمونہ خلفاء راشدین اور انکے بعد آنے والے لوگوں کی زندگی میں موجود ہے۔

تیسری حقیقت: یہ ہیکہ قرآن نے اہل کتاب کے ساتھ معاملہ کرنے کے قانون میں بھلائی اور انصاف کو اساس بنایا ہے، ارشاد ہے : {**لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ * إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَى إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ**} (الممتحنۃ:8- 9) (جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی نہیں لڑی اور تمہیں جلاوطن نہیں کیا ان کے ساتھ سلوک واحسان کرنے اور منصفانہ بھلے برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا،بلکہ اللہ تعال تو انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ **(۹)** اللہ تعالیٰ تمہیں صرف ان لوگوں کی محبت سے روکتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائیاں لڑیں اور تمہیں دیس نکالے دیئے اور دیس نکالا دینے والوں کی مدد کی جو لوگ ایسے کفار سے محبت کریں وہ (قطعاً) ظالم ہیں۔)

---

(2)الصباح میگزین شمارہ نمبر(31) /20آذار1981م.

اس آیت نے دین میں مخالف لوگوں کو دو گروہ میں تقسیم کیا گیا ہے: ایک وہ گروہ ہے جو مسلمانوں کے ساتھ مسالم ہوں اور انکے ساتھ جنگ نہیں کرتے ہوں اور نہ انکو انکے گھروں سے نکالا ہو، تو انکے ساتھ اچھائی اور انصاف کا حکم ہے، اور مصر کے عیسائیوں کا یہی حال ہے۔

ایک گروہ وہ ہے جس نے مسلمانوں کے ساتھ دشمنی اور جنگ کیا ہو یا انکو شہر بدر کیا ہو یا اس سلسلے میں کسی اور کی مدد کی ہو، تو انکے ساتھ دوستی درست نہیں ہے، جیسا کہ مشرکین مکہ کا حال تھا، تو اس نص کا مفہوم یہ ہیکہ دوسرے گروہ کے ساتھ بھلائی اور انصاف کرنا نہ روکا جائے۔

بات یہ ہے کہ وطن کے دشمن مسلسل وطن عزیز (مصر) کو توڑنے کی ناپاک کوشش کر رہے ہیں، اور یہ گروہوں اور جماعتوں کے درمیان کشمکش کو پھیلانا چاہتے ہیں، اور اس کیلئے مختلف وسائل کا سہارا لیتے ہیں، اور ان میں سب سے خطرناک بات یہ ہے کہ ایک ہی وطن کے رہنے والے افراد کے درمیان اسلام اور عیسائیت کے نام پر پھوٹ ڈالتے ہیں، اگر دشمن اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا اور اس نے اس تہذیبی بندھن کو توڑ دیا جو ہمیں معاشرتی طور پر جوڑتی ہے تو اس کا وبال ہم مسلم اور عیسائی دونوں پر برابر پڑے گا۔

جب ہم گزشتہ حقیقت سے فارغ ہو گئے اور وہ یہ کہ دین کو سیاسی یا پارٹی اغراض کیلئے استعمال کرنا مناسب نہیں ہے، اور اسلام کا سب سے اہم مبداء یہ ہے کہ دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے، اور جو قوم اس کے سایہ میں رہتی ہے اسکا حق ہے کہ اسکے عقیدے اور دینی رسم ورواج کی حفاظت کی جائے، اور ملک اسکی حفاظت کا ذمہ دار ہے، اور مسلمان اور دوسری قوموں کے درمیان واقع خلا کو پر کرنا ایک اہم مقصد ہے۔

جب ہم نے اس سب اصولوں کو جان لیا تو اب یہ کہنا مناسب ہے کہ ہم اپنے مسئلہ " گرجا گھر کی حفاظت" میں درست راستہ پر ہیں۔

گرجا گھروں کی حفاظت کا دینی فریضہ ہونے کی دلیل دینے سے پہلے اور یہ کہ جسکی حفاظت کا شریعت نے اعتراف کیا ہے اور اس پر زیادتی کو شرعی جرم قرار دیا ہے اسکے بیان سے بھی پہلے میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔

بلاشبہ فتاوی اور احکام شریعت جن کا تعلق ملک کے بڑے مسائل اور امت اسلامیہ سے ہے، اور جس سلسلے میں لوگ یہاں وہاں فتوی بازی کرتے ہیں، امید کی جاتی ہے کہ ان کے درمیان باہم ربط اور تعلق قائم کیا جائےگا تاکہ جو فتوی اور احکام جاری ہوں ان میں اتفاق اور ہم آہنگی اور انسجام کی کیفیت پیدا ہوسکے، اور ان مختلف فیہ فتووں اور احکاموں کو روکا جاسکے جو بڑے حساس مسائل سے متعلق ہیں کیونکہ اسکی وجہ سے ملک میں بیچینی اور انارکی کا ماحول پیدا ہوتا ہے۔

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ کچھ نادان لوگ جو غیر مسلموں کی عبادت گاہوں پر زیادتی کرتے ہیں اس کے چند ذیل اسباب ہیں۔

پہلا سبب: فقہی پختگی کا فقدان ہے یا شریعت میں اہل کتاب سے متعلق مسائل پر فقہی قدرت کی کمی ہے، اور یہ بات خاص طور پر متشدد جماعت کے نزدیک پائی جاتی ہے۔

دوسرا سبب: اہل کتاب سے متعلق احکام کی تحقیق کیلئے کسی خاص منہج اور عمدہ طریقہ کا فقدان ہے، اور یہ مفتیوں اور اصل مرجع سے نقل کرنے والے ناقل کے کے کام میں فرق کی صورت میں واضح ہے، اور اسی طرح متفق علیہ اور مختلف فیہ شرعی احکام کے درمیان فرق کی تمیز کا نہ ہونا بھی ہے، اور ان احکام کے درمیان فرق کا نہ ہونا جو تبلیغی ہیں یا جو شرعی سیاسی نظام سے تعلق رکھتے ہیں، اور اسی طرح ان تمام چیزوں کا فقدان ان حضرات کے نزدیک ہے جو اہل کتاب کے بارے میں اسلامی شریعت کے مطالعہ کے بغیر باتیں کرتے ہیں۔

تیسرا سبب: حالات اور زمانہ اور افراد اور انکی ضرورتوں اور حالتوں کی رعایت کا نہ کرنا ہے، اور ان معلومات کی رعایت کا نہ کرنا ہے جو جدت کا متقاضی ہے کیونکہ احکام شریعت کا وجود اور عدم وجود علت واسباب کی وجہ سے ہے۔

اب میرے دسترس میں ہے کہ میں گرجاگھروں کی حفاظت کے مسئلہ میں ایک لکیر کھینچوں جس کی ذیل دلیلیں ہیں:

پہلی: قرآن کریم کا فرمان ہے: {وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا } (الحج: 40)(اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو عبادت خانے اور گرجے اور مسجدیں اور یہودیوں کے معبد اور وہ مسجدیں بھی ڈھا دی جاتیں جہاں اللہ کا نام بہ کثرت لیا جاتا ہے۔ جو اللہ کی مدد کرے گا اللہ بھی ضرور اس کی مدد کرے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑی قوتوں والا بڑے غلبے والا ہے۔)

عربی زبان سے واقفیت رکھنے والے کسی انسان پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اللہ تعالی نے نصاری کے خلوت خانے اور عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی مسجدوں کو منہدم کرنے کی مذمت بیان کیا ہے، اور واو حرف عطف کے ذریعہ اس سب حکم کو جمع کیا ہے، تو یہ معطوف کا ایک حکم میں جمع ہونے کا فائدہ دیتا ہے، یہاں سے یہ معلوم ہوا کہ اگر مسجدوں کے ساتھ زیادتی ہوئی اور اس میں شعائر کی آدائگی سے روکا گیا تو یہ حرام ہے، تو اسی طرح نصاری کے خلوت خانے اور عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے کا بھی یہی حکم ہے۔ اللہ تعالی کے اس قول {لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ} (الحج: 40) (تو عبادت خانے ڈھا دی جاتیں) سے مراد یہ ہے کہ یہ خلوت خانے رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں منہدم کیا جائے، اس لئے کہ اس میں کسی صورت اللہ کا ذکر ہوتا ہے، تو یہ بت خانے کے قائم مقام نہیں ہے۔

اسوقت مجھے بہت زیادہ تعجب ہوتا ہے جب میں اس قول کو پڑھتا ہوں جسے امام رازی نے الکلبی اور مقاتل سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے : {وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا} (اور مسجدیں جہاں اللہ کا نام بہ کثرت لیا جاتا ہے)

بلاشبہ یہ حکم تمام کی جانب لوٹ رہا ہے یعنی نصاری کے خلوت خانے اور عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی مساجد سب اس میں شامل ہے، کیونکہ ان جگہوں پر اللہ کا بہت ذکر کیا جاتا ہے (3)-

اور حدیث نبوی میں موجود ہے کہ نبی صل اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران کے ساتھ صلح کیا اور انکے لئے عہد لکھا:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم... یہ اللہ کے نبی اور اسکے رسول محمد کی جانب سے اہل نجران کیلئے لکھا گیا جب انکا حکم ان لوگوں پر تھا۔۔ اور نجران اور انکے قریبیوں کیلئے اللہ اور اسکے رسول کا ذمہ ہے، انکے گھروں اور مالوں میں اور انکی قوموں اور ملتوں اور جماعتوں میں اور خلوت خانوں اور عبادت خانوں اور انکے راہبوں اور پادریوں اور حاضر وغائب کے سلسلے میں اللہ اور رسول کا ذمہ ہے، اور اس بات پر کہ انکے پادریوں اور راہبوں اور عابدوں پر حملہ نہیں کیا جائگا اور انکو جہاد کیلئے نہیں نکالا جائگا اور نہ ان کے پیداوار سے عشر لیا جائگا"(4).

اور حضرت عمر بن خطاب کے عہد نامہ میں جو انہوں نے اہل ایلیاء (قدس) کیلئے لکھا تھا اس میں انکی دینی آزادی اور انکے رسوم اور عبادت گاہوں کی حرمت موجود ہے، "یہ ہے جو امیر المؤمنین حضرت عمر نے اہل ایلیاء کو عطا کیا، انکو جان اور مال کا امان دیا اور انکے گرجا گھروں اور صلیبوں اور انکے تمام ملتوں کو امان دیا اور یہ کہ انکے عبادت خانوں اور صلیبوں اور خلوت خانوں کو منہدم نہ کیا جائے اور نہ انکے مال پر قبضہ کیا جائے اور نہ انکے دین میں زور زبردستی کیا جائے اور نہ تو انکو مجبور کیا جائے، اور نہ ان میں سے کسی کو بھی نقصان پہونچایا جائے، اور نہ تو ایلیاء میں انکے ساتھ یہودیوں کو رہنے دیا جائے "(5) .

---

(3) التفسير الكبير: 41،40/23 .

(4) ينظر الأموال لأبي عبيدة: 244/1 ومعنى "يحشروا" أي يحملون على الجهاد، "ولا يعشروا" لا تأخذ العشور من أموالهم صدقة.

(5) ينظر تاريخ الطبري ط المعارف: 609/3 .

بلکہ جب حضرت عمر نے اہل ایلیاء کی خواہش کو قبول کیا اور قدس میں داخل ہوئے اور یہ صلح نامہ لکھا، تو آپ گنبد صخرہ کی جانب گئے اور جمی ہوئی دھول اور مٹی کو اپنی چادر سے صاف کرنے لگے، تو آپکے ارد گرد جو مسلمان تھے وہ سب آگے بڑھکر صاف کرنے لگے۔۔۔ پھر آپ اس کوڑے کرکٹ کے ڈھیر کی طرف گئے جو یہودیوں نے قیامہ گرجا پر جمع کرر کھا تھا تو آپ خود اسے صاف کرنے لگے، تو آپکے ارد گرد جو مسلمان تھے وہ سب آگے بڑھکر صاف کرنے لگے(6).

یہ حضرت عمر کا عہد نامہ اور انکا کارنامہ تھا، جو انہوں اسلامی وحی اور اسکے احکام کی روشنی میں اسلام اور اہل کتاب کے درمیان کیا، اور ان کے درمیان باہم عدل وانصاف کا پل قائم کیا۔۔

بلاشبہ اس پل کا ایک اچھا مقصد ہے جسے اسلامی شریعت نے قائم کیا ہے، اور اس کا اقرار کیا ہے، یہاں سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ مسلمان اپنے پڑوس میں رہنے والے کسی بھی فرد کو مبارک باد اور بدھائی دے سکتا ہے جو نعمت اسے حاصل ہوئی ہے، تو معلوم ہوا کہ دین کا اختلاف بھلائی میں اثر انداز نہیں ہوتا ہے۔

اور ان میں سے جس کا اقرار شریعت نے کیا ہے وہ یہ ہے کہ مسلم اپنے پڑوس میں رہنے والے اہل کتاب اور دوست کے کسی قریبی کی وفات پر اسے تعزیت پیش کرے، اور اسی طرح بیمار ہونے کی صورت میں اسکی عیادت کرے۔

اور رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم کا ایک یہودی بچہ کی عیادت کا واقعہ بہت مشہور ہے اور صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

مسلم اور اہل کتاب کے درمیان یہ ہم آہنگی اور انسجام اللہ کی شریعت کے حکم سے تھا۔

---

(6)ينظر البداية والنهاية: 56/7 .

دوسرا: اسلامی شریعت کے مبادی میں سے یہ ہے کہ کسی کو نقصان نہ پہونچایا جائے یعنی نقصان کا سد باب کرنا چاہئے، اور یہ مبداء اللہ تعالی کی کتاب سے ماخوذ ہے، اور یہ شرعی اور اخلاقی منہج ہے کہ تمام انسان کی خیر خواہی کا کام کیا جائے اور نقصان کا سد باب کیا جائے۔

اس کی بنیاد یہ ہے کہ صاحب حق کو اسکے حق کے برے تصرف سے روکا جائے، جس کی وجہ سے اسے تو فائدہ پہونچے لیکن دوسروں کو ضرر اور نقصان لاحق ہو، اور وہ ایک قانونی اور اخلاقی مبداء ہے جسے انسانی قانون بھی تسلیم کرتا ہے، اور انسانی معاشرہ اسے اپناتا ہے اسے تعسف استعمال کا نام دیا جاتا ہے (7)

اور اس مبداء کا جو اساس ہے جہاں سے یہ روشنی نکلتی ہے وہ قرآن کریم ہے، جیساکہ معلوم ہے اور اس طرح کی بہت سی آیات ہیں، ان میں سے اللہ تعالی کا ارشاد: {**وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ**} (الأنعام: 108) (اور گالی مت دو ان کو جن کی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ براہ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے)

تو گرجا گھروں پر زیادتی اور انکے مقدسات کے پائمالی اس بات کا ذریعہ بنے گی کہ وہ بھی مسلمانوں کی مسجدوں کو نشانہ بنائینگے اسی فتنہ کی وجہ سے اس سے منع کیا گیا ہے۔

تیسرا: بلاشبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بہت سے ملکوں کو فتح کیا لیکن کسی گرجا گھر کو منہدم نہیں کیا۔

پھر صحابہ کے اقرار کے بعد علماء اور فقہاء کا یہ اقرار کہ نصاری اپنے لئے گرجا گھر تعمیر کر سکتے ہیں، اس بات کی دلیل ہے کہ اسے منہدم کرنا حلال نہیں ہے۔

---

(7) دیکھئے: "**إشكالية تجديد أصول الفقه**" ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطي، ص 280 .

چوتھا: حاکم پر واجب ہے کہ وہ گرجاگھروں کی حفاظت اوراس پر کسی طرح کی زیادتی کے نہ کرنے کا حکم جاری کرے، شرعی سیاست کے فقہ کی بناپر جو شریعت کے مقاصداور مخلوق کی مصلحت کاخیال رکھتی ہے،اور صلاح اور فساد کے درمیان توازن برقرار رکھتی ہے اوراس صورت میں بھی جب دونوں آپس میں متعارض ہو جائے۔

پانچواں: اسلامی فتوحات کی ابتدا سے غیر مسلموں کے گرجاگھروں کو تسلیم کیا گیاہے،ان ملکوں میں جسکی فتح صلح کی بناپر ہوئی ہے،ابن قدامہ کا قول ہے: اس لئے کہ اس پر اجماع ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ مسلم ملکوں میں بلاکسی روک کے آج بھی موجود ہے"(8) .

صلح کا کلمہ ہر اس عہد وپیمان اور اتفاق کو شامل ہے جو مسلم اور دوسرے فریق کے درمیان طے پایے،اور جو آج انسانی معاشرے میں عہد ومیثاق اور اتفاق ہوتے ہیں انکو نبھاناضروری ہے۔

جو بھی منطوق یا مفہوم یا معقول دلیل گزری ان سے یہ معلوم ہوتاہے کہ اسلام نے ہر انسان کو عقیدہ کی آزادی کا حق دیاہے،اور کسی کے ساتھ بھی زبردستی کو ناجائز قرار دیاہے،اس سے مسلم ملکوں میں اہل کتاب کی عبادت گاہوں کی حفاظت لازم ہوتی ہے،اوراسے کسی طرح کے نقصان پہونچانے کی حرمت ثابت ہوتی ہے،اور حضرت عمر کی تحریر: "تم کواپنی جانوں اور مالوں اور عبادت گاہوں کاامان حاصل ہے،نہ تو کسی اور کو آباد کیاجائےگااور نہ اسے خراب کیاجائےگا" اس بات کی بہترین دلیل ہے،اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت عمرابن عبد العزیز نے اپنے عمال کو لکھا: کہ خلوت خانوں یاعبادت خانوں اور آتش کدہ کومنہدم نہ کیاجائے"(9) .

آپ نے دیکھا کہ بہت سی دلیلیں یکجاں ہوگئی ہیں جو یہ بتاتی ہے کہ عبادت گاہوں اور گرجا گھروں پر ظلم وزیادتی جائز نہیں ہے، بلکہ قرآن کریم کے نصوص اور وہ عہد جسے نبی صل اللہ علیہ وسلم نے

---

(8)المغني:284/9 .

(9)مصنف ابن أبي شيبة467/6 .

اہل کتاب کے ساتھ کیا تھااور آپ کے صحابہ اور خلفاء نے کیا تھا، وہ تمام اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اسلام اہل کتاب کے جان ومال اور انکی عبادت گاہوں اور رسوم ورواج کی حفاظت کرتا ہے۔

اور اسلام کی مکمل تاریخ اس بات کی دلیل سے بھری ہوئی ہے، جو اسلام کی رواداری اور اسکی تہذیبی ترقی اور دیگر مذہب کے ماننے والوں کے ساتھ اس کے معاملہ کو اجاگر کرتا ہے،اور خاص طور سے جولوگ آسمانی دین کے ماننے والے ہیں انکے ساتھ عدل وانصاف کو ظاہر کرتا ہے۔

اسلام میں گرجا گھروں کی حفاظت ([10])۔

گرجا گھروں کی حفاظت ایک اسلامی مطالبہ ہے جو اسلام کے کئی اہم بنیادی اصلوں پر قائم ہے، اور یہ اس طرح ہیں:

نمبر 1: دین کی حفاظت ہے، اور دین منجملہ وحیوں میں سے ایک ہے جو اللہ تعالیٰ نے ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سارے انبیاء نیز خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی۔ اور ان سب کے خلاصہ کا نام دین ہے۔

اور جو احکام سارے انبیاء لے کر آئے اور جنہیں دیکر اپنی اپنی قوموں کی طرف مبعوث کئے گئے اسے شریعت کہتے ہیں، جیسے شریعت ابراہیمی، شریعت موسوی، شریعت عیسوی اور شریعت محمدی علی صاحبہا افضل الصلاۃ والسلام۔

اور جب انبیائے سابقین پر نازل کردہ شریعتیں مبادی اور بنیادی چیزوں کے سلسلے میں متفق ہیں جو کہ اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر ایمان لانا ہے؛ اسی طرح انسانی مصلحتوں کا لحاظ رکھنے پر بھی متفق ہیں، جن کی رعایت ہی کی خاطر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام پر اپنا دین نازل فرمایا۔ اور یہ مصلحتیں دین، جان، عقل، عزت اور مال ودولت ہیں، اس طور پر کہ یہ مصلحتیں زندگی کی پانچ اہم ضرورتوں کے سلسلہ میں بنیادی کردار ادا کرتی ہیں جن سے کوئی بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ اور جن کی حفاظت کے سلسلے میں کوئی بھی آسمانی شریعت اختلاف نہیں کرتی، اسی لیے ان مصالح کے سلسلہ میں ساری شریعتوں کا اتفاق تھا جس طرح ساری شریعتیں انسانی اقدار اور بلند اخلاق؛ جیسے وفاداری، کرم وسخاوت، سچائی ودیانت داری اور امانت وغیرہ وغیرہ جیسے بلند اخلاق کی حفاظت، اسی طرح ان اخلاقی صفات کے برعکس بری عادتیں جیسے غداری، بخل، اور خیانت وغیرہ کی حرمت کے سلسلہ میں متفق ہیں۔

اسی وجہ سے ان دینی اقدار کی حفاظت کے لازم ہونے، اس کے نظر انداز کرنے یا اس کے سلسلہ میں زبان درازی کی ممانعت پر ساری شریعتوں کا اتفاق تھا۔

---

10 مضمون نگار پروفیسر ڈاکٹر عبداللہ نجار جامعہ ازہر۔

اور جب دینی تصاضے اور اخلاقی اصولیں ساری آسمانی شریعتوں میں ایک مشترکہ کردار ادا کرتے ہیں اور دین کے اہم اور مضبوط ترین رکن ٹھہرے تو دین کی حفاظت ایک لازوال چیز ہونی چاہیے تاکہ یہ سارے دینی اقدار کو شامل ہوں، خواہ یہ دین کسی بھی آسمانی شریعت سے متعلق ہو، جس کا مقصد عبادت گاہوں کی حفاظت کرنا ہے۔

نمبر 2: اللہ تعالیٰ کا ذکر مسلم وغیر مسلم دونوں سے مطلوب ہے، یہاں تک کہ ان لوگوں سے بھی جو کسی دین سماوی کو نہ مانتے ہوں۔

قرآن مجید کی آیت ہے {وَلَوۡلَا دَفۡعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعۡضَهُم بِبَعۡضٍ لَّهُدِّمَتۡ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذۡكَرُ فِيهَا اسۡمُ اللَّهِ كَثِيرًا} ([11])۔

امام قرطبیؒ رحمہ اللہ مذکورہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے سابقہ ادیان والوں کی عبادت گاہوں کا تذکرہ کیا ہے خواہ وہ راہبوں کے گرجا گھر ہوں یا عیسائیوں کے چرچ، یہودیوں کے عبادت خانے ہوں یا مسلمانوں کی مسجدیں؛ کیونکہ ان عبادت گاہوں سے منسلک لوگ سابقہ آسمانی کتابوں والے ہیں جن میں عبادت گاہوں کی حفاظت کے سلسلہ میں حکم آئے ہیں۔" ([12])۔

یہی وجہ ہے کہ عبادت گاہوں جن کے پہلے ہی دین نازل ہو چکا تھا؛ ان کی حفاظت اور ان کا احترام کرنا واجب تھا اور کسی صورت ان کو منہدم کر دینا یا کسی قسم کی بے حرمتی کرنا جائز نہیں تھا۔ تو گویا جس طرح اللہ کا ذکر ہر انسان سے مطلوب ہے اسی طرح ہر وہ چیز جو ذکر الہی میں معاون ومددگار ہوگی اسے حاصل کرنا ضروری ہوگا، کیونکہ مطلوب حقیقی تک جس چیز سے رسائی ہوتی ہے پہلے اسے حاصل کرنا مطلوب ہوتا ہے۔

---

11 سورۃ الحج: 40.

12 القرطبی، الجامع لأحکام القرآن: ج-2، ص-72، الھیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب.

نمبر 3: اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے کے سلسلہ میں کسی بھی شخص کو مجبور کرنے کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ اس سے مذہبی آزادی متاثر ہوتی ہے چنانچہ ایمان لانے کو حریت وآزادی، اختیار اور اطمینان قلبی پہ چھوڑ دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: {لا إكراه في الدين قد تبين الرشد من الغي} ([13])۔

اور جب اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنے اوپر ایمان لانے کے سلسلہ میں اختیار دے دیا ہے تو پھر یہ مناسب نہیں ہے کہ ان کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جائے جو حق خیار کے خلاف اور متناقض ہو، اس طور پر کہ جو لوگ دوسروں کو ان کی عبادت گاہوں کو منہدم اور مسمار کرنے پر اکساتے ہیں ان کو سزا دی جائے، اور جس کسی نے بھی ایسا کیا تو وہ اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ حدود کی خلاف ورزی کرنے والا ہوگا، ساتھ ہی ساتھ وہ اللہ پر لوگوں کے سلسلہ میں وہ چیزیں لازم کرنے والا ہوگا جو اللہ نے ان پر لازم نہیں کیا ہے۔

اور یہ بات طے شدہ ہے کہ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو منہدم کرنا یا ان سے کسی بھی طرح کا تعرض کرنا اللہ اور اس کے دین سے تعرض کرنے اور دین میں زور زبردستی کرنے کے مترادف ہوگا جس سے منع کیا گیا ہے، اسی طرح انسانوں کی پیدائش کے مقصد کے منافی شمار ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایمان لانے اور اس کے لوازمات کے سلسلہ میں اختیار دیا ہے۔

دین میں زور زبردستی نص قرآنی سے حرام ہے قرآن مجید کہہ رہا ہے: {لا إكراه في الدين قد تبين الرشد من الغي}۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے دین کے سلسلہ میں کسی کو مجبور نہ کیا جائے، اور جو کوئی کسی کو مجبور کرے گا، جس طریقے سے بھی ہو؛ اسی میں گرجا گھروں کو مسمار کرنا بھی ہے؛ تو وہ دین میں ایک ممنوع اور حرام کام کا مرتکب ہوگا، لہٰذا اس کا کرنا کسی صورت میں جائز نہیں ہوگا۔

نمبر 4: غیر مسلموں کا حق ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کے سلسلے میں مسلمانوں کی ان سے مصالحت کی وفاداری پر مبنی ہے۔ اسے قدیم فقہاء نے مصالحت کے ذریعہ فتح شدہ زمین سے تعبیر کیا ہے

13البقرة:256.

یعنی جسے وہاں کے باشندوں کے اتفاق رائے سے فتح کیا گیا ہو، انہیں میں ایک سرزمین مصر کی بھی ہے جس نے فتح اسلامی کے ساتھ تعاطف اور میلان ظاہر کیا اور اس کے ساتھ تعاون کیا، چنانچہ ان جیسے ممالک میں جو بھی عبادت گاہیں ہیں ان سے تعرض کرنا صرف یہ کہ جائز نہیں ہے بلکہ ان کی حفاظت لازم وضروری ہے، اور اگر کچھ نقصان پہنچا بھی تو ان کے لوگوں کو مسمار شدہ عبادت گاہوں کی ترمیم کرنے کا مکمل حق حاصل ہے۔([14])۔

اور جس مصالحت پر فقہائے امت نے اتفاق کیا ہے اور جسے عبادت گاہوں کے احترام اور ان سے عدم تعرض اور کسی بھی قسم کا ضرر ونقصان نہ پہونچانے کے سلسلہ میں بنیاد بنایا ہے؛ وہ دور حاضر میں بڑی ترقی کرچکا ہے اور بنیادی دستور و قانون کے منجملہ مبادی اور اساس کی شکل اختیار کرنے لگا ہے جو ایک وطن میں رہنے والے سارے لوگوں کے درمیان باہمی اتحاد ومساوات اور برابری کو واضح کرتا ہے؛ ساتھ ہی ساتھ لوگوں کے درمیان دینی یا رنگی ونسلی یا لسانی عصبیت یا کسی بھی ایسی بنیاد پر جو اسلامی معاشرے میں تفریق کی بنیاد ہو سکتی ہے؛ اس کی بناء پر باہم تفریق اور امتیاز کو منع کرتا ہے۔

اور اب تو یہ بات وطنیت کے منجملہ اساسیات میں سے ایک ہو گئی ہے جو ایک ملک میں رہنے والے سبھی لوگوں کو باہم متحد کرتی ہے اور نیکی وبھلائی میں ایک دوسرے کا تعاون کرنے کی تاکید کرتی ہے اور گناہ اور ایک دوسرے پر دست درازی سے روکتی ہے۔ اور جب بنیادی قوانین معاشرے کے لوگوں کے درمیان انسانیت سے دور عارضی اور وقتی اختلافات سے اتحاد واتفاق کی بابت تاکید کر رہے ہیں تو عملی طور پر اس کا پاس ولحاظ رکھنا اور اس کی وفاداری ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: { یاایہا الذین آمنوااوفوا بالعقود } ([15])۔

چنانچہ غیر مسلموں کے عبادت خانے منہدم کرنا یا اسے زبردستی غصب کرلینا جائز نہیں ہے۔

14ابن القیم. أحکام أھل الذمۃ: ص-121-130 ما بعدھا 135.

15المائدۃ:1.

نمبر 5: گرجا گھروں کی تعمیر کی سیاست امت کے عام مصالح کی مرہون منت ہے اور ولی امر ہی اس مصلحت کو سمجھتا اور دینی ظلم سے دور مقرر شدہ قانون کے مطابق اس کے حدود مقرر کرتا ہے، چنانچہ اگر عیسائیوں کی تعداد بڑھ رہی ہو اور اس زیادتی کے پیش نظر مزید گرجا گھروں کی تعمیر ضروری ہو تو پھر اس کے لئے ضروری ہے کہ اس تعمیر کی اجازت دے، لیکن اگر اس کی ضرورت محسوس نہ کرے تو اس کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ معاشرے کے عام منفعت میں جو مناسب اور اولی ہو اسے متعین کر دے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ کسی شخص کے دینی اعتقاد میں کسی قسم کا تعرض اور تدخل نہ کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد خلفائے راشدین نے غیر مسلموں کی ضرورت کی چیزیں گرجا گھر وغیرہ ان کے لئے اپنی حالت پر چھوڑ دیا تھا، اور ان سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا تھا۔ ([16])۔

علامہ ابن قیم فرماتے ہیں: "قول فیصل یہ ہے کہ امام عیسائیوں کے قلّت اور کثرت کے پیش نظر مسلمانوں کے لیے جو زیادہ مناسب اور مفید ہو؛ وہ کرے گا، چنانچہ اگر ان کی تعداد کم ہو تو بقدر ضرورت ان کے لیے گرجا گھروں کو باقی رکھے گا لیکن اگر وہ زیادہ تعداد میں ہوں تو اسے یہ بھی حق ہے کہ چرچ اور گرجا گھر بنوا کر ان کی اس ضرورت کو پوری کرے"۔ ([17])۔

نمبر 6: یہ ہے کہ شریعت کی ساری دلیلیں اس بات کو بتاتی ہیں کہ گرجا گھروں کو منہدم کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ یہ دلیلیں قرآن مجید، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ اور آثار صحابہ سے ثابت ہیں۔ جنہیں ہم درج ذیل سطور میں بیان کر رہے ہیں۔

(1) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: {ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا} ([18])۔ اس آیت کریمہ سے اس طرح استدلال کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا کہ اس نے بندوں کے لیے عبادت گاہوں کا دفاع کرنے کو مشروع قرار دیا ہے اور یہ آسمانی کتابوں کے ماننے والے ہر شخص کے لیے مشروع ہے، اور یہ اس طور پر اور یہ اس طور پر کہ چند

16 ایضا: ص-129.

17 ایضا: ص-131 -

18 الحج: 40.

ایسے لوگ تیار کئے جائیں جو ان عبادت گاہوں کی بے حرمتی کے وقت ان کا دفاع کر سکیں، کیونکہ اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو یہ آثار قدیمہ کی حیثیت سے بھی نہیں رہ پاتے بلکہ ان کا نام ونشان مٹ چکا ہوتا ([19])۔

قرآن مجید میں جو یہ خبر دی گئی ہے، یہ طلب کے معنی میں ہے، چنانچہ اس سے معلوم ہوا کہ ان عبادت گاہوں سے ظلم وتعدی کا مقابلہ کرنا مطلوب ہے اور انہیں کسی قسم کا نقصان پہونچانا ممنوع ہے۔

(2) دوسری دلیل حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن خط لکھا کہ جو لوگ یہودی یا نصرانی ہیں انہیں فتنہ میں نہ ڈالا جائے۔ ([20])۔

اس حدیث پاک سے اس طور پر استدلال کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کو فتنہ میں ڈالنے سے منع کیا ہے، اور یہ اس طرح کہ ان کے دینی ومذہبی معتقدات میں تدخل نہ کیا جائے اور نہ ہی ان میں رکاوٹ پیدا کی جائے، جن میں ایک اہم چیز چرچوں اور گرجا گھروں کو مسمار کرنا ہے۔ تو اس طرح یہ حدیث شریف کی رو سے بھی ممنوع اور ناجائز ہوگا۔

(3) تیسری دلیل میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال ہیں۔ جن میں ایک یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حمص کے لوگوں سے اس بات پر مصالحت کی تھی کہ یہ ان کی جان ومال، ان کے شہر کی حدود اور ان کے گرجا گھر کو امان فراہم کریں گے۔ اور جو عہد وپیمان آپ نے اہل قدس کو دیا تھا اس میں یہ فرمایا تھا کہ انہوں نے ان کی جان ومال اور ان کے گرجا گھروں کو اس بات کا امان دیا کہ ان کے گرجا گھروں کو مسکن نہ بنایا جائے، اسے منہدم نہ کیا جائے، اس میں کمی نہ کی جائے اور نہ ہی اس کی موجودہ جگہ تنگ کی جائے، اور نہ ہی اس کی صلیب ہٹائی جائے اور نہ ہی اس کے مال وجائداد سے کوئی تعرض کیا جائے، ان کو دین کے معاملے میں مجبور نہ کیا جائے اور ہاں ان کی طرف سے بھی کسی کو تکلیف نہ پہونچے ([21])۔

---

19 القرطبي. ایضا: ص-70.

20 أبو عبید. الأموال: ص-35.

21 البلاذري. فتوح البلدان. ص- 131، والخراج لأبي یوسف: 148 ومابعدھا.

اسی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جو اہل مصر کے لئے فرمان جاری کیا تھا اس کا مضمون اس طرح تھا: "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ وہ امان نامہ ہے جو عمرو بن العاص نے اہل مصر کو ان کے جان ومال، ان کے عقیدے، ان کے چرچ، ان کے صلیب اور ان کی بری وبحری حصے کے لیے دیا ہے، اس میں کسی قسم کا کتر بیونت نہ کیا جائے، اور اس عہد نامہ پر اللہ کی کتاب قرآن مجید، اس کے رسول، خلیفۃ المسلمین اور سارے مسلمانوں کا ذمہ ہے(22)۔

نمبر 7: ان واضح اور صریح دلائل اور ان مقررہ مبادی کے مخالف جو نصوص آئے ہیں؛ وہ ان مسلح تنازعات کے فقہ پر محمول ہیں جن کے دوران دو فریقین کے درمیان محاذ آرائی بھڑک جاتی ہے اور اب ان لڑائی جھگڑوں کا وقت ختم ہوگیا اور عالمی معاہدات کی بدولت مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان تعلقات استوار اور مستحکم ہوگئے ہیں، اور اس معاہدے کی رو سے کسی بھی فریق کا دوسرے فریق پر ظلم وتعدی ممنوع ہے نیز یہ معاہدے اس بات کو بھی مؤکد کرتے ہیں کہ اپنے وطن کے اندر یا غیر وطن میں ہر انسان کو دوسرے کے ساتھ مل کر برابری کے ساتھ رہنے کا حق حاصل ہے، چہ جائیکہ مصر میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان ایک زمانہ سے جو باہمی تعلقات، نیکی وبھلائی میں ایک دوسرے کی معاونت، وطن کی حفاظت اور امن وبھائی چارگی ہے، اس کی بابت ان میں کوئی امتیاز برتا جائے۔

یہ بات معلوم ہے کہ اجتہادی حکم وقت اور زمانے کے لحاظ سے، اسی طرح حالات کے بدلنے سے بدلتا رہتا ہے، بہت ممکن ہے کہ کل جو حکم تھا آج نہ رہے بلکہ بدل جائے۔ اور اب گرجا گھروں کی حفاظت کرنا ان متفق علیہ امور میں سے ہوگیا ہے جن میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اور یہ جو داعش وغیرہ جیسے دہشت گردوں جنہوں نے قرآن مجید کی آیتوں کا مذاق بنار کھا ہے اور اللہ کے دینی احکام کو اپنی خواہش نفس کے تابع کر رکھا ہے؛ ان کے باطل فتوے ان کے فکری انحراف کے غماز ہیں، جن کا دین کے جوہر سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی دینی احکام سے کوئی نسبت اور واسطہ ہے۔ اسی لئے ان کی جو کنیسوں اور گرجا گھروں کے منہدم کرنے کے سلسلہ میں موہوم باتیں ہیں ان کی طرف دھیان

22 النجوم الزاهرة: ج-1، ص-24، دار الكتب المصرية.

دینا جائز نہیں ہے، اور یہ اس وجہ سے کہ اولا تو یہ رائے صحیح نہیں ہے دوسرے یہ کہ یہ رائے دین کے مبادی کے خلاف ہے، اس لئے قول فیصل یہ ہے کہ غیر مسلموں کے عبادت خانوں کی حفاظت کی جائے اور انہیں منہدم ہونے یا کسی بھی قسم کی تخریب کاری سے بچایا جائے، یہی قول صحیح شرعی احکام اور ان کی دلیلوں سے متفق ہے۔

اسلام میں گرجا گھروں کی حفاظت ([23])

اسلام کی عدل پروری دیگر شریعتوں کے ماننے والوں کے سلسلہ میں؛ جو عقیدے اور عبادت کے سلسلہ میں اسلام سے مختلف ہے؛اس حد تک پہونچ چکی ہے کہ ان کو اپنے معبودوں کے ساتھ چھوڑ دیا ہے اور اپنی مرضی کے مطابق عقیدے اختیار کرنے کے سلسلے میں پوری آزادی دے رکھی ہے، اسلام نے کسی کو اپنا دین چھوڑنے اور اسلامی عقیدہ اپنانے پر مجبور نہیں کیا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے درج زیل فرمان میں یہی ظاہر ہے۔ فرمایا: {لاإکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی لا انفصام لہا واللہ سمیع علیم} ([24])۔

یہی محققین علماء کا فیصلہ ہے۔ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "یعنی کسی کو دین اسلام اپنانے کے لیے مجبور نہ کرو کیونکہ یہ صاف اور واضح ہے، اس کے دلائل اور براہین بالکل واضح ہیں کسی کو اپنے اندر داخل ہونے کے سلسلہ میں مجبور کرنے کی اسے ضرورت نہیں ہے، بلکہ جس کو اللہ نے اسلام کی ہدایت دی اور جس کے دل کو منشرح کردیا اور جس کو نور بصیرت سے نواز دیا وہ دلائل کی بنیاد پر بغیر کسی جبر واکراہ کے اس میں داخل ہوگا"۔ ([25])۔

اسلام نے غیر مسلموں کو مکمل اجازت دیا ہے کہ وہ اپنے دینی شعائر کو مکمل آزادی کے ساتھ انجام دیں، چنانچہ ذمیوں کے حقوق سے متعلق اسلامی حکم "لہم مالنا وعلیہم ماعلینا" یعنی ان کے لئے وہ ہے جو ہمارے لئے ہے اور ان کے ذمہ وہ ہے جو ہمارے ذمہ ہے (یعنی ہم حقوق و واجبات میں مساوی ہیں)۔ اسی طرح ایک قاعدہ ہے "ہم انہیں ان کی دینی اور مذہبی حالت چھوڑ دیں" ان دونوں قاعدوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کی عبادت گاہوں اور ان کے کنیسوں کو منہدم نہ کیا جائے اور نہ انکے صلیبوں

---

23 مضمون نگار پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالستار الجبالي فقہ کے پروفیسر - جامعہ ازھر شریف قاھرہ۔

24 البقرۃ: 256.

25 تفسیر ابن کثیر: ج-1، ص-310، نشر مکتب التراث الإسلامی۔

کو توڑا جائے، یہ وہ ضوابط اور قوانین ہیں جو علماء اور فقہاء کے زبان زد ہیں اور ہمارے اسلاف کے ارشادات وفرمودات بھی ان کی تائید کرتے ہیں۔

(1) چنانچہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا فرمان تھا کہ ان کی عبادت گاہوں کو مسمار نہ کرو اور نا ہی ان کے کلیسوں کو منہدم کرو جس پر صلح ہوئی ہے۔ ([26])۔

(2) اور حضرت عطاء سے گرجا گھروں کو تباہ وبرباد کرنے کے سلسلہ میں پوچھا گیا تو انہوں نے سختی سے منع فرمایا۔ ([27])۔

ان اسلامی احکام اور باہم مشترکہ وطنیت اور شہریت کے تقاضے کے مطابق (جس میں مسلمان اور غیر مسلمان سب برابر ہیں) تمام مذاہب کے پیروکاروں کو خواہ وہ یہودی ہوں یا عیسائی ہوں؛ ان کو مکمل حق حاصل ہے کہ وہ اپنی عبادت گاہوں اور کلیسوں میں بغیر کسی رکاوٹ اور تعرض کے اپنی عبادت مکمل کریں بلکہ ان کو ضرورت کے مطابق امام کی اجازت کے ساتھ نئے کنیسے تعمیر کرنے کا بھی حق حاصل ہے۔ ان ملکوں پر قیاس کرتے ہوئے جن کو مسلمانوں نے صلحا فتح کیا ہے اور امام ان سے اس بات صلح کیا ہو۔ اسی لئے فقہاء نے ضرورت کے پیش نظر ولی امر کی مفاہمت کے ساتہ گرجہ گھروں کی تعمیر کی اجازت دیا ہے۔ اور یہ اجازت انسان کے مفادات اور مقاصد دین کی نگرانی اور نگہبانی میں قائم شرعی سیاست کے سمجھ پر مبنی ہے۔

اگر اصل یہ ہے کہ ہم ان کو ان کی دین کی حالت پر چھوڑ دیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی عبادت گاہوں میں اپنے ان عقائد پر قائم ودائم رہیں گے جن کو وہ اپنی دینی اور مذہبی امور سے تعبیر کرتے ہیں جیسے کہ اپنی عبادت گاہوں کے اندر ناقوس بجانا اور اپنے مابین تورات اور انجیل کی تلاوت کرنا اور ان تمام چیزوں کا امکان ان کی عبادت گاہوں کے وجود کی صورت میں ہی ہو سکتا ہے لہٰذا غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو منہدم کرنے والی بات غیر موزوں اور غیر مناسب ہے۔ ([28])۔

26رواه ابن أبي شيبة: كتاب الجهاد، طبعة دار الفكر.

27أخرجه ابن أبي شيبة: كتاب الجهاد.

28بدائع الصنائع للإمام الكاساني: ج-5، ص-4336. الهداية: ج-2، ص-162.

اور جب فقہاء کی رائے یہ ہے کہ غیر مسلموں کو ان کی ان عبادتوں سے نہ روکا جائے جسے وہ جائز سمجھتے ہیں تو پھر ان کی عبادت گاہوں کو منہدم کرنے کی بات صحیح نہیں ہے۔ ان کو ان کی عبادتوں سے نہ روکنا اس بات کا متقاضی ہے کہ ان کی عبادت گاہوں کو منہدم نہ کیا جائے اور ان کی عبادت گاہوں کو منہدم کرنے کی بات اسلامی تعلیمات اور اس کے اس نہج سے متفق نہیں ہے جس پر اسلام قائم ہے اور وہ یہ کہ ان کی عبادت گاہوں کو اور ان کے کلیساؤں کو منہدم نہ کیا جائے اور یہی نبوی طریقہ ہے جس پر صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین قولا اور عملا قائم تھے۔

یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو اپنے آخری دنوں میں ذمیوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ ذمیوں کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کریں اور ان سے وعدہ وفا کریں ان کا دفاع کریں اور طاقت سے زیادہ انہیں مکلّف نہ کریں جیسا کہ وہ اپنے زمانہ خلافت میں اپنے گورنروں کو ذمیوں کے سلسلہ میں خیر کی وصیت فرماتے تھے اور وفدوں سے ان کے بارے میں سوال کرتے تھے تاکہ وہ ان کے اچھے معاملات اور اچھی زندگی سے متعلق مطمئن ہوں (29)۔

اسی طرح ہم مسلمانوں کے معاملات ان ممالک کے شہریوں کے ساتھ نہ بھولیں جن کو انہوں نے فتح کیا جو معاملات عدل وانصاف پر قائم تھے، اس عدل وانصاف کا ظہور اس وقت نمایاں طور پر ہوا جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا سامنا مصر کے قبطیوں سے ہوا اور انہوں نے ان کے اوپر کئے جانے والے ظلم وزیادتی اور مشقت کو دور کیا اور طاقت سے زیادہ کا مکلّف نہیں کیا، اس طرح حضرت عمرو نے ان کی محبت حاصل کی جس کے نتیجہ میں سارے قبطی ان کے مطیع وفرمانبردار ہو گئے اور آپ کی حکومت کو پسند کیا۔

29 تاریخ الرسل والملوک للطبري: ج-2، ص-449.

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ مسلمانوں نے مصری عیسائیوں کا بڑا اہتمام کیا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم فرمایا ہے اور کہا کہ "جب تم لوگ مصر فتح کرو تو قبطیوں کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا کیونکہ ان کو ذمہ اور رشتہ داری کے حقوق حاصل ہیں"۔ ([30])۔

اور یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ ان لوگوں نے جہاں جہاں وہ رہتے ہیں وہاں وطنیت کے جھنڈے تلے جو مسلمانوں اور غیر مسلموں کو ایک قالب میں ڈھال دیا ہے کہ جہاں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے مابین حقوق اور واجبات کے سلسلہ کسی قسم کا امتیاز نہیں رہ پاتا؛ ایک شرعی اور قانونی وضع حاصل کر لیا ہے۔

چنانچہ جب یہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا غیر مسلموں کے سلسلہ میں موقف تھا، تو ہم ان لوگوں کی بات کیسے مان سکتے ہیں جو امت کی وحدت میں تفرقہ پیدا کرے اور گرجا گھروں کو منہدم ومسمار کرنے یا اس سے تعرض کرنے کی بات کہے، خاص طور پر ایسے موقعہ سے جس وقت کہ فقہاء نے اہل کتاب کے سلسلہ میں صرف زبانی اقوال پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ انہوں نے مسلم حکمرانوں کو ان کی بابت متوجہ کرایا اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی وصیت بھی کی۔

اسی کی ایک کڑی وہ خط بھی ہے جو حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے خلیفۂ وقت ہارون رشید کو لکھا تھا جس میں انہوں نے اہل کتاب کے متعلق ان کے پرسان حال کی وصیت کی تھی اور یہ بھی کہا تھا کہ ان پر ظلم نہ کیا جائے ان کو تکلیف نہ دی جائے اور انہیں طاقت سے زیادہ کا مکلّف نہیں بنایا جائے، اور یہی نہیں بلکہ جب کبھی مسلمان حکمراں کی طرف سے ذمیوں کو ادنی سی بھی تکلیف پہنچتی تو فقہاء اس پر نکیر فرماتے تھے۔

اس بناء پر کیسے ممکن ہے کہ ان کے ان کے عبادت خانے منہدم کر دیے جائیں جب کہ حکومت ان کی حفاظت کے سلسلہ میں کسی حد تک داخلی ظلم سے بچانے میں رکتی نہیں بلکہ اس سے آگے جاچکی ہے تاکہ خارجی حملوں سے بھی اِن کو بچایا جاسکے۔

---

30 أخرجه الحاكم في المستدرك: ج-2، ص-553، وقال: صحيح على شرط الشيخين.

حضرت امام لیث بن سعد رحمہ اللہ نے ایک موقعہ سے جب دشمن کا ایک فرد قید کرکے لایا گیا تو آپ نے فتوی دیا تھا اور فرمایا تھا کہ میرے خیال میں بیت المال سے فدیہ ادا کرکے اس کو آزاد کردیا جائے اور ان کے ذمہ پر اسے باقی رکھا جائے، پھر یہ کہ ان کے عبادت خانے کیسے منہدم کئے جائیں جبکہ اسلام نے لوگوں کو اعتقادی آزادی دے رکھی ہے اور اس بات کا حکم دیا ہے کہ انہیں کوئی اسلام قبول کرنے کے لیے مجبور نہ کرے اگرچہ سارے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جائے، لیکن چونکہ اسلام کی دعوت دینا الگ ہے اور اس پر کسی کو مجبور کرنا دوسری چیز ہے۔ پہلی چیز مشروع اور جائز ہے لیکن دوسری چیز دباؤ ڈالنا ہے اس لئے ممنوع ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: {لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ} ([31])۔ چنانچہ اسلام میں اعتقادی آزادی ایک ضمان شدہ حق ہے۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت کہ اپنے صحابہ کو نبوت کی ایک علامت کے سلسلہ میں بتارہے تھے؛ آپ نے فرمایا: "تم لوگ عنقریب مصر فتح کروگے اور وہ ایسی سرزمین ہے جس کے سکے کا نام قیراط ہوگا تم لوگ وہاں کے لوگوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا، کیوں کہ ان کو ذمہ اور رحم کے حقوق حاصل ہیں"۔ ([32])۔

تو دیکھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مصر کے لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم فرمایا تھا باوجودیکہ یہ لوگ اس وقت قبطی تھے۔

یہ اسلام کی ذمیوں سے متعلق چند وصیتیں ہیں اور یہ وصیتیں اس بات کو بتاتی ہیں کہ دین حنیف نے ان لوگوں کے ساتھ کس طرح شفقت و محبت، نرمی اور رحمت ورافت کا معاملہ کیا ہے۔

چنانچہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جس وقت مصر فتح کیا اس حکم کو عملی جامہ پہونچایا، اور یہ اس طرح کہ آپ نے قبطیوں کے لیے مکمل دینی آزادی کا پروانہ دیا اور بنیامین پادری کو تیرہ سال غائب رہنے کے باوجود اسے کرسی پہ بحال کروایا، بلکہ جب وہ اسکندریہ گیا تو آپ نے پوری گرم جوشی کے ساتھ اس کا استقبال کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

31البقرة:256.

32اسکا تخریج پہلے ہوچکاہے.

چنانچہ یہ سب چیزیں غیر مسلموں کے ساتھ انتہائی رواداری کو بتلاتی ہیں، ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتلاتی ہیں کہ اسلام نے انہیں دینی آزادی دی ہے جس کی بناء پر انہیں اپنے دینی شعائر انجام دینے کا مکمل حق حاصل ہے، ساتھ ہی ساتھ ان کے گرجا گھروں کو مسمار کرنے یا کسی بھی قسم کا ضرر پہونچانے کے عدم جواز پر بھی غماز ہے۔

یہ اسلام کا موقف ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ عصر حاضر میں اس موضوع پہ فتاوی لکھ کر لوگوں کے سامنے اس موقف کو واضح کیا جائے۔

اسلام میں گرجا گھروں کی حفاظت(33)

تحمل وبرداشت، عفو ودر گزر، شفقت ونرمی، اور نیکی وپرہیزگاری کے کاموں میں تعاون کرنا شریعت کے کلی مقاصد، اور قرآن کریم کے عام اصولوں سے ہے، اللہ تعالی کی توفیق سے ہم کہتے ہیں: کہ بے شک گرجا گھروں کو منہدم کرنا، یا ان پر اور ان کے علمبرداروں پر کسی بھی قسم کی جارحیت کرنا، شرعا حرام اور ممنوع ہے۔

نمبر1: قرآن کریم میں اور سنت نبوی میں مسلمانوں کو ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا گیا، بلکہ اس کے برعکس ان کی حفاظت کرنے کا حکم ہے۔ اور بے شک ان کی دیکھ بھال اور تحفظ کا حکم وارد ہوا، اور اس میں دوسرے آسمانی ادیان کے ماننے والوں کے حقوق کی حفاظت ہے۔ اور یہ شریعت کے بڑے مقاصد میں سے ایک ہے اور تمام شریعتوں میں اس کی پابندی لازمی ہے، ارشاد باری تعالی ہے: "اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو عبادتخانے اور گرجے اور یہودیوں کے معبد اور وہ مسجدیں بھی ڈھادی جاتیں جہاں اللہ کا نام بہ کثرت لیا جاتا ہے۔" (الحج آیت: 40۔)

چنانچہ گرجا گھروں اور اسی طرح کی دوسری جگہوں کو منہدم کرنے سے منع کیا گیا ہے، جب کہ وہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہو، اسی طرح لوگوں کو زمین کی حفاظت کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ دنگا وفساد کرنے سے روکا گیا ہے۔

نمبر2: حضور نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ، جزیرہ عرب اور یمن میں اہلِ کتاب کے ساتھ معاملات کئے اور آپ ﷺ نے کسی حدیث میں انہیں تباہ کرنے یا ان پر جارحیت کا حکم نہیں دیا ہے۔ بلکہ یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے مسلمان فاتحین کو کسی بھی معرکے میں گرجوں کو تباہ کرنے، یا راہبوں یا عورتوں یا، بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا تھا۔

نمبر3: خلفاء راشدین نے بھی حضور نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل کیا، اور یہ مروی نہیں کہ ان میں سے کسی نے بھی گرجا گھر کو منہدم کیا ہو، یا اس پر حملے کا حکم دیا ہو، بلکہ ہم نے انہیں ان کی حفاظت کرتے ہوئے پایا، اور وہ ان کے باقی رکھنے میں ان کے مالکوں کی تائید کرتے ہیں، جیسا کہ

(33) مضمون نگار پروفیسر ڈاکٹر محمد نبیل غنایم، فیکلٹی آف دار العلوم – قاہرہ یونورسٹی.

امیر المؤمنین حضرت عمر نے بیت المقدس کی فتح کے موقع پر کیا، کہ آپ نے نماز بھی گرجے کے سے باہر ادا فرمائی تا کہ، کوئی شخص بھی اسے گزند نہ پہنچائے یا اس کو مسجد نہ بنالے، یعنی حضرت عمر فاروق نے اس کی حفاظت کی خاطر نہ صرف اس سے باہر نماز ادا فرمائی، بلکہ اس کی (حفاظت) اور اس کے ماننے والوں کے حقوق کا معاہدہ بھی لکھا تھا۔

نمبر4: رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے فاتحین سپہ سالاروں اور خلفائے راشدین کے گورنرز نے مصر، شام اور عراق وغیرہ میں ان گرجا گھروں کی حفاظت کی۔ چنانچہ نہ عراق میں حضرت سعد بن ابی وقاص، اردن میں حضرت خالد بن ولید، شام میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح، مصر میں عمرو ابن العاص اور نہ ہی ان کے علاوہ کسی اور کے بارے میں ثابت ہے کہ، انہوں نے کسی بھی ملک میں گرجے منہدم کرنے یا ان پر حملہ کرنے کا حکم دیا ہو، بلکہ اسکے برعکس انہوں نے ان کی حفاظت کی۔

اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ ہم نے 15 صدیوں پر مشتمل تاریخِ اسلام میں، نہیں سنا اور نہ ہی پڑھا ہے کہ کسی نے گرجا گھروں وغیرہ کو تباہ کیا یا ان پر حملہ کیا ہو، سوائے ان ظالموں کے جو مسلمان ملکوں میں ناحق ہر خشک وتر کو تباہ کرتے تھے، جیسا کہ تاتاریوں کے زمانے میں ہوا، بہر حال مسلمانوں میں سے کسی حاکم یا محکوم نے ایسا ہرگز نہیں کیا۔

نمبر5: اسلام نے اہل کتاب کی اچھی طرح حفاظت کرنے اور ان کے ساتھ معاملات کرنے کا واضح حکم دیا ہے، اور طے کیا ہے کہ جو ہمارے حقوق وواجبات ہیں وہی ان کے ہیں "ان کے لیے وہی ہے جو ہمارے لیے ہے اور ان پر بھی وہی ہے جو ہم پر ہے" اور بے شک جس نے ذمی کو آذیت دی تو اللہ اور اس کا رسول ﷺ دونوں اس سے بری ہیں، اور لازماً ان کے ساتھ عدل وانصاف کے سے معاملات کریں، ارشاد باری ہے: "اگر یہ تمہارے پاس آئیں تو تمہیں اختیار ہے خواہ ان کے آپس کا فیصلہ کرو خواہ ان کو ٹال دو، اگر تم ان سے منہ بھی پھیروگے تو بھی یہ تم کو ہرگز کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے، اور اگر تم فیصلہ کرو تو ان میں عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، یقیناً عدل والوں کے ساتھ اللہ محبت رکھتا ہے". (المائدہ آیت 42)

اوراسی میں سے ایک یہ ہے کہ : مسلمان مرد کی شادی اہل کتاب عورت کی ساتھ ہو، تواس عورت کے لئے اسکی شریعت کے مطابق گرجے میں عبادت کو ممکن بنانااور اسی طرح ان کا کھانا کھانا، جیساکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اور اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہےاور تمہاراذبیحہ ان کے لئے حلال ہے، اور پاک دامن مسلمان عورتیں اور جو لوگ تم سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں ان کی پاک دامن عورتیں بھی حلال ہیں جب کہ تم ان کے مہرادا کرو، اس طرح کہ تم ان سے باقاعدہ نکاح کرو یہ نہیں کہ علانیہ زنا کرو یاپوشیدہ بدکاری کرو" (المائدۃ: 5)

نمبر6: یہ گرجے اوران کے ماننے والے وطن کا حصہ ہیں اوراس باشندے ایک قوم ہیں، جس نے اپنی یکجہتی کو ثابت کیاہےاوراس کی ثقافت اور جذبات بہی ایک ہیں، اوراس میں اس قدر باہمی تعاون اوریکجہتی ہے کہ وہ ایک خاندان بن گئی ہے، اور جب ہر گروہ اور جماعت کا حق ثابت ہے تو ہم اسے کیسے تقسیم کرکے اختلافات اور کشمکش میں دھکیل دیں۔ پس ہم مسلمان ہوں یا غیر مسلم ہمیں چاہئے کہ ہم دشمنوں کے خلاف وطن کے اتحاد ویکجہتی کی حفاظت کریں۔

نمبر7: بے شک شرعی قاعدہ واضح کرتا ہے کہ زیادتی کرنے والوں کے علاوہ کسی سے زیادتی کرنا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے: "جو تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پراسی کے مثل زیادتی کرو جو تم پر کی ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرواور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے"۔ (البقرۃ:194)

مصری عیسائی بھائیوں میں سے کسی نے بھی ہماری مساجد پر حملہ نہیں کیابلکہ انہوں نے ان کا دفاع کیااور حفاظت کی اور ان کی تعمیر میں تعاون بھی کیا، تو پھر مسلمان ان کے گرجوں کی کیسے حملہ کریں اور جواب میں ان کے ساتھ نیکی اور انصاف کے طورپر ان کی حفاظت نہ کریں، جیساکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

"جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی نہیں لڑی اور تمہیں جلاوطن نہیں کیا ان کے ساتھ سلوک واحسان کرنے اور منصفانہ بھلے برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا، بلکہ اللہ تعالیٰ تو انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے". (الممتحنہ: 8)

لفظِ نیکی ہر قسم کی خیر و بھلائی اور محبت کیلئے ایک جامع کلمہ ہے، اسی طرح لفظِ عدل ہے جس کی وجہ سے زمین اور آسمان قائم ہیں۔

اسلام میں گرجا گھروں کی حفاظت(34)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم : تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جس نے اپنے (محبوب و مقرب) بندے پر کتاب (عظیم) نازل فرمائی اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی ۔اسے سیدھا اور معتدل (بنایا) تاکہ وہ (منکرین کو) اللہ کی طرف سے (آنے والے) شدید عذاب سے ڈرائے اور مومنین کو جو نیک اعمال کرتے ہیں خوشخبری سنائے کہ ان کیلئے بہتر اجر (جنت) ہے۔(الکھف : 1۔2)

درود وسلام ہو ان پر جن کو خوشخبری سنانے والا، ڈرسنانے اور اللہ کے اذن سے اسکی طرف دعوت دینے والا اور روشن آفتاب بنا کر بھجیا گیا، پس آپ ﷺ نے دلائل کو واضح کیا، تاریکی کو دور کیا، حضرت محمد ﷺ سید الرسل اور امام المتقین، اور آپ ﷺ کی آل بیت اور صحابہ کرام پر۔

اس امر میں کوئی شک نہیں کہ کچھ خفیہ ہاتھ ہیں جو مسلمانوں اور عیسائوں اور دوسرے گروہوں کے درمیان فتنے کی آگ بھڑکاتے ہیں، اور کبھی کچھ لوگوں کے تشدد اور کبھی بعض لوگوں کی جہالت کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔اور یہ اسلامی ممالک میں متشدد گروہوں کے گرجوں پر حملوں سے ظاہر ہوتا ہے، جیسا کہ شام، عراق اور دوسرے ممالک میں دہشت گرد تنظیم داعش کررہی ہے، جس میں مسمار کرنا، گرجا گھروں کو جلانا، اور ہتک عزت کرنا وغیرہ شامل ہے، ایسا ہی بعض دوسری دہشت گرد تنظیمیں اور متشدد فرقے بھی کررہے ہیں، جواس فکر کے پر یقین رکھتے ہیں۔ مسلمانوں اور عیسائیوں میں جو چیز جھگڑا و اختلافات ، کشمکش اور فتنہ کی آگ کو ہوا دیتی ہے، شاید وہ مقامی اور بیرونی خفیہ ہاتھ ہیں، اور ایسے امور میں نہ صرف فتنہ انگیزی کرتے بلکہ وہ انجام دیتے ہیں اور انہیں بعض متشدد نوجوانوں کی طرف منسوب کردیتے ہیں۔ اور ہر جگہ ایسے اعمال کرنے والے شاید بعض ایسی کمزور دلیلوں کا سہارا لیتے ہیں جن کی بنا پر شرعی حکم لگانا درست نہیں ہے،اس لئے گرجوں اور غیر مسلموں کی عبادت گاہوں پر حملوں کے شرعی حکم کو بیان کرنا ضروری تھا۔

ابتداءً ہم یوں کہہ سکتے ہیں: کہ بے شک اسلام تمام عبادت گاہوں، گرجا گھروں، خانقاہوں اور مساجد وغیرہ کو نقصان پہنچانے سے منع کرتا ہے اس حکم کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

---

(34)مضمون نگار پروفیسر ڈاکٹر عبدالحلیم منصور جامعہ ازہر۔

نمبر1: عقیدے کی آزادی میں اسلام کی ضمانت:

ہر خاص وعام کو یہ معلوم ہے کہ اسلام ہر انسان کو عقیدے کی آزادی کی ضمانت دیتا ہے، ارشاد باری ہے : دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں، ہدایت ضلالت سے روشن ہوچکی ہے" (البقرہ:256)

دوسرے مقام پر فرمایا: "تو کیا آپ لوگوں پر جبر کریں گے یہاں تک کہ وہ مومن ہو جائیں" (یونس:99)۔ یہ دونوں آیتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ کسی کو جبراً دین میں داخل کرنا جائز نہیں ہے۔ اور بیان کردہ اصول کے مطابق اسلام میں عقیدے کی آزادی اور عبادت گاہوں میں دینی شعائر کی ادائیگی کی آزادی اور ان کی حفاظت لازمی ہے۔

نمبر2: عبادت گاہوں کی حفاظت فرض ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جن (مسلمانوں) سے (کافر) جنگ کر رہے ہیں انہیں بھی مقابلے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں۔ بیشک ان کی مدد پر اللہ قادر ہے یہ وہ ہیں جنہیں ناحق اپنے گھروں سے نکالا گیا، صرف ان کے اس قول پر کہ ہمارا پروردگار فقط اللہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو عبادت خانے اور گرجے اور مسجدیں اور یہودیوں کے معبد اور وہ مسجدیں بھی ڈھا دی جاتیں جہاں اللہ کا نام بہ کثرت لیا جاتا ہے۔ جو اللہ کی مدد کرے گا اللہ بھی ضرور اس کی مدد کرے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑی قوتوں والا بڑے غلبے والا ہے" (الحج:40-39)۔

وجہ دلالت: اس آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک گرجوں، یہودیوں کی عبادتگاہوں اور مسجدوں کو گرانا مذموم عمل ہے، اور ان سب کو واو عاطفہ کے ذریعہ جمع کیا ہے، جس کا فائدہ یہ ہے کہ سب کا حکم ایک ہے اور وہ ہے کہ گرجوں اور کلیسوں وغیرہ کو گرانا جائز نہیں ہے.

2۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ " نہ کسی کو نقصان پہنچاو اور نہ خود نقصان اٹھاؤ"۔ (ابن ماجۃ 784/2 نمبر 2340

وجہ دلالت:

نبی کریم ﷺ نے ہر قسم کے ضر کی نفی فرمائی ہے اور ضرر کا عکس نفع ہے، اور (ضرہ یضرہ، اضربہ یضر اضراراً) کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کو نقصان پہنچا کر اس کے حق میں کسی چیز کی

کمی نہ کرے، اور اس کو عبادت گاہ سے محروم کرنا بھی ایسا ہی ہے، اور یہ اس حدیث کی روشنی میں جائز نہیں ہے۔

نمبر 3۔ غیر مسلموں کے ساتھ ایفائے عہد:

حضور ﷺ ، صحابہ کرام اور تابعین کے زمانے سے آج تک کسی نے گرجوں اور کلیسوں پر حملہ نہیں کیا، چنانچہ دار اسلام میں گرجے موجود ہیں، ان کو گرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اگر وہ قدیم شہروں میں ہیں تو یقینا صحابہ اور تابعین نے جب شہر فتح کیا تو انہیں معلوم ہوا ہوگا اور انہوں نے انہیں باقی رکھا۔ (شرح فتح القدیر 58/6 وما بعدہا). اور اگر وہ نئے ہیں تو وہ باہمی اتفاق سے تعمیر کئے گئے ہوں گے، تو انہیں نہ گرانے پر بھی نبی کریم ﷺ ، آپ ﷺ کے خلفاء اور صحابہ کرام کے امن معاہدے ہیں جو غیر مسلموں کے جان ومال، عزت وآبرو، اور انکے گرجوں اور عبادتگاہوں اور انہیں گزند پہنچانے یا گرانے سے بچانے کی ضمانت فراہم کرتے ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں:

نمبر 1۔ حضور نبی کریم ﷺ کا اہلِ نجران سے معاہدہ: حضرت عبید اللہ بن ابی حمید، حضرت ابو ملیح ہذلی سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اہلِ نجران سے صلح کی اور ان کیلئے معاہدہ لکھا: "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: یہ خط حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اہلِ نجران کیلئے لکھا جب آپ ﷺ ان کے حاکم تھے، یہ اہلِ نجران اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کا، انکے گھروں، ان کے اموال، ان کی قوم، ان کے پیروکاروں، ان کی عبادتگاہوں، ان کے راہبوں، ان کے بڑے پادریوں، اور ان کے موجودہ اور غیر موجودہ لوگوں کی حفاظت کا عہد ہے، اور یہ کہ ان کے بڑے پادریوں میں سے کسی پادری،14 ان کے خادموں میں سے کسی خادم ، نہ ہی راہبوں میں سے کسی راہب کو تبدیل کیا جائے گا، نہ انہیں جہاد کیلئے جمع کیا جائے گا اور نہ ان سے عشر وصول کیا جائے گا۔ (غریب الحدیث للخطابی 1 /497، الأموال لأبی عبید 1 / 244)۔

نمبر 2۔ حضرت عمر کا اہلِ بیت المقدس سے معاہدہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اللہ کے بندے عمر امیر المؤمنین کی طرف سے اہلِ ایلیاء کو یہ امان عطا کی گئی ہے؛ انکے جان ومال، گرجا گھروں، صلیبوں، ضعیفوں اور انکی پوری قوم کو امان عطا کی اور یہ کہ انکے گرجا گھروں کو رہائش گاہ نہ بنایا جائے، نہ انہیں گرایا جائے، اور نہ ہی ان (گرجا گھروں) کو، ان کی حدود کو، انکی صلیبوں، اور انکے مال میں سے کسی

چیز کو کم کیا جائے، اور انہیں اپنا مذہب چھوڑنے پر مجبور نہ کیا جائے، اور نہ ہی ان میں سے کسی کو ضرر پہنچایا جائے۔ (تاریخ الیعقوبی 2 /149)

نمبر 3۔ یعقوبی نے اپنی کتاب تاریخ میں معاہدے کی مندرجہ ذیل نص ذکر کی ہے: "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ معاہدہ حضرت عمر نے اہلِ بیت المقدس سے کیا تھا کہ تمہارے جان ومال، محفوظ ہیں اور تمہارے گرجوں کو رہائش گاہ نہیں بنایا جائے گا، نہ انہیں تباہ کیا جائے گا، سوائے اسکے کوئی عام واقعہ ہو اور اس پر گواہوں نے گواہی دے۔ تاریخ الیعقوبی 3 /147

نمبر 4۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کے بارے مروی ہے کہ آپ نے اپنے گورنرز کو ایک خط لکھا: "کہ کسی کلیسہ، گرجا گھر اور آتش کدہ کو مت گراؤ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، نمبر 32983)

بیان کردہ معاہدے واضح طور پر دلالت کرتے ہیں کہ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو نقصان پہنچانا حرام ہے، ورنہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کی طرف سے غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کی حفاظت کے معاہدے نہ ہوتے، یعنی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ پہلے حفاظت کی ضمانت دی اور پھر ان کے گرانے اور ان کی خلاف ورزی کو جائز قرار دے دیا۔

نمبر 4۔ مفاسد کا سدِ باب:

یہ اس لئے کہ غیر مسلموں کی عبادتگاہوں پر حملہ اور ان کی اہانت مسلمانوں کی مساجد پر حملے کا سبب بن سکتی ہے، اور جو چیز ایسی ہو وہ ممنوع ہے، ارشاد باری تعالی ہے: "اور اے (مسلمانوں) تم ان (جھوٹے معبودوں) کو گالی مت دو جنہیں یہ (مشرک لوگ) اللہ کے سوا پوجتے ہیں پھر وہ لوگ (بھی جوابا) جہالت کے باعث ظلم کرتے ہوئے اللہ کی شان میں دشنام طرازی کرنے لگیں گے" (الأنعام : 108)

غیر مسلموں کی عبادت گاہوں، گرجوں وغیرہ پر حملوں کے بارے میں اس مختصر بیان سے واضح ہوتا ہے کہ ان کو گزند پہنچانے، انہیں گرانے یا ان پر حملہ کرنے کے جواز پر کوئی شرعی نص نہیں ہے، بلکہ اس کی ممانعت ہے، چنانچہ قرآن کریم کی نصوص، امان کے معاہدے، جن میں سب سے مضبوط رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے اہلِ کتاب سے معاہدے ہیں، یہ سب کچھ اس پر دلالت کرتا ہے کہ اسلام اہلِ کتاب کے خون، عقیدے، اور ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کرتا ہے، اور تاریخ

اسلام ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے، اور جو قدیم فقہاء کی کتب کا گہرائی سے مطالعہ کرتا اسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ گرجا گھروں اور انکی تعمیر کیلئے وصیت کو جائز قرار دیتے ہیں ، اور وہ گزرگاہوں میں واقع گرجوں وغیرہ کے بارے میں بات کرتے ہیں جن تک آج کی جدید سوسائٹی نہیں پہنچی ہے۔ متشدد لوگوں کو ان تمام چیزوں سے شعور حاصل کرکے اسلام وسطیت کی طرف لوٹنا چاہئے۔ باری تعالی کا یہ فرمان حق ہے کہ بے شک اس میں انتباہ اور نصیحت ہے اس شخص کیلئے جو صاحبِ دل ہے یا کان لگا کر سنتا ہے، اور وہ مشاہدہ میں ہے (ق: 37) ۔

اسلام میں گرجا گھروں کی حفاظت(35)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ،الحمد للہ رب العلمین ، والصلوۃ والسلام علی اشرف المرسلین سیدنا محمد ، وعلی آلہ وصحبہ وتابعیہم باحسان الی یوم الدین ۔ اسلام ایک بقائے باہمی کا مذہب ہے ، اور اسکے بنیادی اصولوں میں نہ جبر وزبردستی ہے اور نہ ہی وہ ظلم وتشدد کی حمایت کرتا ہے، اس مقدمۃ میں دینِ اسلام کے محکم اور قطعی اصولوں کو بیان کیا گیا ہے، یہ اگر لوگوں کے دلوں میں اتر جائیں تو پھر کبھی کوئی بھی (ایک دوسرے سے) ناراض نہ ہو، ارشاد باری تعالی ہے: "دین میں کوئی زبردستی نہیں ، بیشک ہدایت گمراہی سے واضح طور پر ممتاز ہو چکی ہے" (البقرۃ: 256)

اور اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا : (اور فرمادیجیے کہ (یہ) حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے انکار کردے)، (الکہف: 29)

اور (اسی بارے میں)ارشاد باری تعالی ہے:(سو) تمہارا دین تمہارے لیے اور میرا دین میرے لیے) (الکافرون: 6)

شفقت ومہربانی، بھلائی اور عدل سے معاملات کرنا:

اللہ رب العزۃ نے مسلمانوں کو غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک ، رواداری اور عدل کے ساتھ معاملات کرنے کا حکم دیا ہے، ارشاد باری ہے : (اللہ تمہیں اِس بات سے منع نہیں فرماتا کہ جن لوگوں نے تم سے دین (کے بارے) میں جنگ نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے (یعنی وطن سے) نکالا ہے کہ تم ان سے بھلائی کا سلوک کرو اور اِن سے عدل وانصاف کرو) (الممتحنۃ: 8)

خلفاء راشدین سے لے کر آج تک تمام مسلمانوں نے اپنی پوری عظیم تاریخ اور عمدہ تہذیب میں اسی پر عمل کیا، اور انہوں نے اپنے اعلی اخلاق اور فراخ دلی کی وجہ سے ملکوں داخل ہونے سے قبل وہاں کے لوگوں کے دلوں میں اپنا مقام پیدا کیا : حضرت عمر فاروق نے اپنے دور خلافت میں اہلِ

(35) مضمون نگار ڈاکٹر مجدی مفتی جمہوریت مصر کے مشیر کار-

بیت مقدس کو مذہبی آزادی، جانوں کی امان دی اور انکے گرجا گھروں کی حفاظت کی تصریح کی، اور آپ نے اس بارے میں یہ خط لکھا تھا:

" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اللہ کے بندے عمر امیر المؤمنین کی طرف سے اہل ایلیاء کو یہ امان عطا کی گئی ہے؛ انکے جان ومال، گرجا گھروں، صلیبوں، ضعیفوں، بے گناہوں اور وہ جو جزیۃ ادا کریں، اور انکی پوری قوم کو امان عطا کی اور یہ کہ انکے گرجا گھروں کو رہائش گاہ نہ بنایا جائے، نہ انہیں گرایا جائے، اور نہ ہی ان (گرجا گھروں) کو، ان کی حدود کو، انکی صلیبوں، اور انکے مال میں سے کسی چیز کو کم کیا جائے، اور انہیں اپنا مذہب چھوڑنے پر مجبور نہ کیا جائے، اور نہ ہی ان میں سے کسی کو ضرر پہنچایا جائے، اس معاہدۃ پر اللہ کا عہد ہے، اور یہ رسول اللہ ﷺ، خلفاء اور مؤمنین کا عہد ہے جب تک وہ جزیۃ ادا کرتے رہیں، حضرت خالد بن ولید، حضرت عمرو بن العاص، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اور حضرت معاویۃ بن ابی سفیان اس پر گواہ ہیں اور آپ نے یہ پندرۃ ہجری کو لکھا" (تاریخ الطبری، ط. دار الکتب العلمیۃ 449/2)۔

اسی طرح آپ نے اہل لدّ کے لیے معاہدۃ لکھا جس میں آپ نے فرمایا:

" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اللہ کے بندے عمر امیر المؤمنین کی طرف سے اہل ایلیاء (بیت المقدس) کو یہ امان عطا کی گئی ہے؛ انکے جان ومال، گرجا گھروں، صلیبوں، ضعیفوں، بے گناہوں اور وہ جو جزیۃ ادا کریں، اور انکی پوری قوم کو امان عطا کی اور یہ کہ انکے گرجا گھروں کو رہائش گاہ نہ بنایا جائے، نہ انہیں گرایا جائے، اور نہ ہی ان (گرجا گھروں) کو، ان کی حدود کو، انکی صلیبوں، اور انکے مال میں سے کسی چیز کو کم کیا جائے، اور انہیں اپنا مذہب چھوڑنے پر مجبور نہ کیا جائے اور نہ ہی انہیں کوئی ضرر پہنچائے" (تاریخ الطبری، ط. دار الکتب العلمیۃ 449/2)۔

جب حضرت عمر فاروق بیت المقدس میں داخل ہوے، تو آپ کسی گرجا گھر میں تھے تو اسی دوران نماز کا وقت ہو گیا، تو آپ نے پادری سے کہا: میں نماز پڑھنا چاہتا ہوں، پادری نے کہا: آپ یہیں اسی جگہ (یعنی اسی گرجا گھر میں) نماز پڑھ لیں، مگر آپ نے وہاں ادا کرنے کی بجائے کلیسا سے باہر دروازہ پر اکیلے نماز ادا فرمائی، جب آپ نے نماز ادا کرلی، تو آپ نے پادری سے فرمایا: اگر میں کلیسا کے اندر نماز ادا کرتا تو میرے بعد مسلمان بھی کلیسا میں نماز ادا کرتے، اور یہ دلیل بنا لیتے

کہ: یہاں (کلیسا میں) حضرت عمر نے نماز ادا کی تھی۔ (تاریخ ابن خلدون، ط. دار إحیاء التراث العربي 225/2)

مستشرقین نے اس واقعہ سے متاثر ہو کر اسے نقل کیا ہے جیسے درمنغم (مستشرق فرنسی) اپنی کتاب "حیات محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، میں لکھا ہے: کہ قرآن و حدیث میں بے شمار نصوص ہیں جو عفو و در گزر پر دلالت کرتی ہیں، اور قرون اولی کے فاتح مسلمانوں کی زندگی میں ان (نصوص) کی عملی تطبیق نظر آتی ہے، جب حضرت عمر بیت المقدس میں داخل ہوے تو انہوں نے حکم صادر کیا مسلمانوں کو کہو وہ عیسائیوں اور انکے گرجا گھروں کی طعن و تشنیع نہ کریں، اور جب عیسائیوں کے لیڈر نے آپ (حضرت عمر) سے کہا کہ: وہ قیامہ کے کلیسا کے اندر ہی نماز ادا کرلیں تو آپ نے ایسا نہیں کیا، اور وجہ یہ بیان کی کہیں مسلمان میرے اس عمل کو دیکھنے کے بعد وہ گرجا گھروں میں ہی نماز ادا کرنا شروع نہ کردیں، بس مسلمانوں نے گرجا گھروں کو عیسائیوں کے حوالے کردیا۔ (التسامح والعدوانیة بین الإسلام والغرب، صالح الحصین، ط. مؤسسة الوقف الإسلامي - الریاض، سنة 1429ھ- ، ص 120 -121)۔

اسی امان کی طرح ایک امان حضرت خالد بن ولید نے اہل دمشق کو انکے گرجا گھروں کے بارے میں عطا کی تھی۔ (فتوح البلدان للبلاذري، ط. لجنتہ البیان العربي، ص120).

حضرت شرحبیل بن حسنة نے اہل طبریة کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا تھا، انکو انکی جان اور گرجا گھروں کی حفاظت کی ضمانت دی۔ (فتوح البلدان للبلاذري، ص115)

اہل بعلبک نے حضرت إبي عبیدة عامر بن الجراح سے اپنی جانوں اور گرجا گھروں کے لیے امان طلب کی تو آپ نے انکو تحریری معاہدة عطا کیا۔ (فتوح البلدان للبلاذري، ص129) ایسا ہی آپ نے اہل حمص و اہل حلب کے ساتھ کیا (فتوح البلدان للبلاذري، ص130)۔

حضرت عیاض بن غنم نے اہل رقة کو انکی جانوں اور کنیسوں کی حفاظت کا تحریری معاہدة عطا کیا (فتوح البلدان للبلاذري، ص172)۔

اسی طرح حضرت حبیب بن مسلمة نے اہل دبیل کے ساتھ کیا، یہ (دبیل) ارمینیا میں ایک شہر کا نام ہے، آپ نے وہاں کے عیسائیوں یہودیوں اور مجوسیوں کو خواہ وہ حاضر تھے یا غائب سب کو انکی

جان و مال ، گرجا گھروں اور یہودیوں کے کلیساؤں کی حفاظت کی ضمانت دی ،اور انکے لیے تحریری معاہدۃ لکھا ،اور اس وقت خلیفۃ راشد حضرت عثمان کا دور خلافت تھا۔ (فتوح البلدان للبلاذری ، ص199)

حضرت اِبی بن عبد اللہ النخعی سے روایت ہے،آپ نے فرمایا: کہ ہمارے پاس حضرت عمر بن عبد العزیز کاایک خط آیا جس میں لکھا ہواتھا: " کلیساؤں ، گرجا گھروں کو،اورآتش کدہ جس پر صلح کی گئی ہے،اس کو بھی مت گراؤ" (الأموال،لأبی عبید القاسم بن سلام،ط. دار الفکر 123)

حضرت عطاء (مفتی الحرم) سے گرجا گھروں کو گرانے کے متعلق سوال کیاگیا ؟آپ نے فرمایا: مت گراؤ، سوائےاِن گرجا گھروں کے جو حرم میں ہیں۔ (مصنف اِبن اِبی شیبۃ، رقم 32984)
۔

جب ایسے معاہدوں میں کسی چیز سے خلل پیدا ہو تو عادل خلفاء اسکی تلافی کرتے ،اور صاحب حق کو انکا حق واپس دلواتے تھے. علی بن اِبی حملۃ سے مروی ہے: کہ اِہل دمشق کے عجمیوں نے حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس کلیساکے بارے میں ہمارے خلاف کیس کردیا کہ قبیلہ بنو نصر کے فلاں شخص نے نے دمشق میں کنیسے پر قبضہ کرلیا ہے، تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے ہمیں نکال کر وہ (کلیسا) عیسائیوں کو واپس کردیا۔(الأموال، ص 201)۔ گرجا گھروں پر کسی بہی قسم کے حملے کرنا حرام ہے:
جب اسلام نے لوگوں کو انکے دین آزادی دے کرانہیں اجازت دی ہے کہ وہ اپنی عبادت گاہوں میں اپنے اپنے مذہب کے مطابق عبادت کرسکتے ہیں، صرف یہی نہیں بلکہ انکی عبادت گاہوں کی خصوصی حفاظت کی ضمانت دی،اوران پر کسی بھی قسم کے حملے کو حرام کردیا، بلکہ قرآن کریم نے مسلمانوں کے غلبہ اور جہاد کو صرف ظلم وسرکشی کو ختم کرنے کاذریعہ بنایا، اور اللہ تعالی نے انکو زمین پر طاقت (یعنی حکومت) عطا کی تاکہ عبادت گاہیں تباہی بربادی سے محفوظ رہیں،اور عبادت کرنے والوں کے لیے امن وسلامتی کی ضمانت حاصل ہہ ارشاد باری تعالی ہے: "اِور اگر اللہ تعالی اِنسانی طبقات میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ (جہاد وانقلابی جدوجہد کی صورت میں) ہٹاتا نہ رہتا تو خانقاہیں اور گرجے اِور کلیسائے اور مسجدیں (یعنی تمام ادیان کے مذہبی مراکز اور عبادت گاہیں) مسمار اور ویران کردی جاتیں اور جو شخص اللہ (کے دین) کی مدد کرتا ہے یقینا اللہ اسکی مدد کرتا ہے، بیشک اللہ ضرور بڑی قوت والا (سب

پر) غالب ہے * (یہ اہل حق) وہ لوگ ہیں اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دے دیں (تو) وہ نماز (کانظام) قائم کریں اور زکوۃ کی ادائگی (کاانتظام) کریں اور (پورے معاشرے میں نیکی اور) بھلائی کا حکم کریں اور (لوگوں کو) برائی سے روک دیں اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ (الحج: 40-41)

حضرت ابن عباس نے فرمایا: "الصوامع: وہ خاص مکان جہاں راہب رہتے ہیں، والبیع: یہودیوں کے کلیسے، وصلوات: عیسائیوں کے گرجا گھر، والمساجد: مسلمانوں کی مسجدیں" (تفسیر ابن ابی حاتم، ط. مکتبۃ نزار الباز، رقم 13970)

مقاتل بن سلیمان نے فرمایا: " تمام ملل جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرتی ہیں، اللہ انکی حفاظت مسلمانوں کے ذریعہ کرتا ہے" (تفسیر مقاتل بن سلیمان، ط. دار الکتب العلمیۃ، 285/2)امام قرطبی فرماتے ہیں: "اگر اللہ تعالی نے انبیاء (علیہم السلام)

اور مؤمنون کے لیے دشمنوں کے ساتھ جنگ (جہاد) کرنا مشروع نہ کیا ہوتا تو اہل شرک غالب آجاتے، اور مختلف مذاہب کے لوگوں نے جو عبادت گاہیں بنائی ہوئی تھیں وہ (اہل شرک) انہیں عبادت سے روک دیتے، لیکن اس نے جہاد فرض کرکے ان کو روک دیا تاکہ دیندار عبادت کیلئے فارغ ہو سکیں۔ سنتِ نبوی ﷺ بھی ان احکام کی وضاحت کرتی ہے، حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو حارث بن کعب کے پادری، نجران کے پادریوں، کاہنوں، انکے پیروکارون اور راہبوں کو لکھا: کہ کلیساؤں، گرجا گھروں میں، اور وہ مقدس مقام جہاں راہب رہتے ہیں جو کچھ انکے پاس ہے خواہ وہ تھوڑا ہے یا زیادہ ہو وہ انہیں کا ہے، یہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کا انکے ساتھ عہد ہے کہ انکے بڑے پادریوں میں سے کسی پادری کو تبدیل نہ کیا جائے، نہ ہی کسی راہب اور نہ ہی کسی کاہن کو بدلا جائے، انکے حقوق میں سے بھی کسی حق کا استحصال نہ کیا جائے، اور نہ ہی انکے حاکم کو یا ان کی کسی عادت؛ جسکی انہوں نے نصیحت کی اور جس پر صلح کی گئ اس کو تبدیل کیا جائے، سوائے ظلم اور ظالموں کے (یعنی اگر ظلم کریں گئے تو ردو بدل کی جائے گی) الأموال –(ابو عبید القاسم بن سلام، ط. ص 244)

إن (نصوص) سے واضح ہوتا ہے کہ گرجا گھروں کو گرانا، یا جلانا، یا ان میں عبادت کرنے والے لوگوں میں سے کسی کو قتل کرنا، اور ان میں سے کسی کو ڈرانا یا دھمکانا یہ سب امور حرام ہیں، جسکی شریعت اجازت نہیں دیتی، بلکہ یہ اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد تجاوز ہوگا۔ (یعنی

نافرمانی ہو گی) ، اور جو ایسا کرے گا تو قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسکے خلاف ہونگے (اسکے خلاف گواہی دیں گے) (ابو داود فی سننہ، رقم 3052)

معاہدۂ ہم آہنگی کی پاسداری:

گرجا گھروں پر حملے اور عیسائیوں پر ظلم کے حوالے سے باہمی ہم آہنگی کے معاہدے کی خلاف ورزی مصر اور دوسرے ممالک کے باشندوں سے مخفی نہیں ہے، وہ شہری ہیں انہیں شہریت کا حق حاصل ہے اور انہوں نے اس وطن میں مسلمانوں کے ساتھ ملکر امن وسلامتی سے رہنے کا معاہدہ کیا ہوا ہے، چنانچہ انکا خون بہانے یا ان کے گرجے تباہ کرنے کے علاوہ ان سے زیادتی یا ایذا رسانی یا انہیں خوفزدہ کرنا، اس معاہدے کی خلاف ورزی ہے، اس میں مسلمانوں کے عہد کی تحقیر اور بربادی ہے اور یہ ایسا معاملہ جس سے شرعی نصوص میں نہ صرف منع کیا گیا ہے بلکہ اس کے برعکس (ایفاء عہد کا) حکم دیا ہے، ارشاد باری ہے: (اے ایمان والو! (اپنے) عہد پورے کرو). (المائدہ: 1)

امام بخاری اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "چار چیزیں جس شخص میں ہوں وہ منافق ہے، اور اگر ان میں سے کوئی ایک خصلت ہو تو گویا اس میں منافقت کی ایک خصلت ہے حتی کہ وہ اسے چھوڑ نہ دے؛ جب اسکے پاس امانت رکھی جائے تو وہ خیانت کرتا ہے، اور جب کلام کرے تو جھوٹ بولے، اور جب عہد کرے تو اسے پورا نہیں کرتا، اور جب جھگڑا کرے تو گالیاں دیتا ہے" (متفق علیہ)

اور ایک روایت میں ہے: "جب کوئی شخص دوسرے کو اسکی جان کی امان دے، پھر اسے قتل کردے، تو میں (ﷺ) قاتل سے بری الذمہ ہوں، اگرچہ مقتول کافر ہی کیوں نہ ہو" (اخرجہ البیہقی فی "السنن الکبری رقم 18422)

حضرت علی سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسلمانوں کا عہد ایک ہے، چاہے وہ معاہدۃ ایک شخص (مسلمانوں میں سے یا پھر ادنی رتبۃ والا) ہی کیوں نہ کرے (اسکو پورا کرنے کے لیے جدوجہد کرے) جس نے مسلمان کا عہد توڑا پس اس پر اللہ تعالی، اسکے ملائکہ، اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، اسکا کوئی عمل قبول نہیں ہے" (اخرجہ البخاری فی "صحیحہ رقم 1870) ۔ مفردات کے معانی: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول: (ذمۃ المسلمین) اسکا معنی ہے: مسلمانوں کا عہد و پیمان اور

(یسعی بہا ادناہم) : یعنی ایک شخص بہی انکو عہد امان دے، تو پس جب مسلمانوں میں سے کوئی بہی عہد کرلے تو کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس عہد کو توڑے۔

(من اخفر) : عہد توڑنا. (صرف ولا عدل) : نہ فرض نہ نفل، یعنی اسکے عمل میں سے اِدنی سا عمل بہی قابل قبول نہیں، یہ امر مخفی نہیں کہ اسکا اطلاق گرجا گھروں کی حفاظت نہ کرنے پر بہی ہوتا ہے، بلکہ انکو نقصان پہنچانا یا ان کے ماننے والوں کو دہوکہ دینا، سرعام قتل کرنا اور شہریوں کو ایذا دینا بہی اسی (عہد توڑنے) میں شامل ہے: حضرت اِبو ہریرة فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ وسلم نے فرمایا : "مسلمان کسی کو دہوکہ نہیں دیتا، اِیمان مکر وفریب سے روکتا ہے جیسے قید معاملات سے روکتی ہے" (اِبو داود نے روایت کیا" سنن میں حدیث نمبر 21769)۔

مفرداتِ حدیث کے معانی: ایمان قتك (مکر وفریب، دہوکہ دہی، قتل) سے روکتا ہے جیسے قید معاملات سے روک دیتی ہے، (لایفتك موٴمن) : یہ نہی کے معنی میں ہے، کیونکہ اس (قتك) میں مکر وفریب اور دہوکہ کا معنی پایا جاتا ہے یا پہر وہ نہی ہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِہل مصر کے لئے ایک خاص وصیت فرمائی، حضرت ام الموٴمنین ام سلمة (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے وصال مبارک کے وقت وصیت فرمائی: "اللہ اللہ مصر کے باشندے (مصر کے عیسائی)، تم عنقریب اِن پر غلبہ پاؤگے، وہ تمہارے لیے ایک قوت اِور اللہ کے رستے (جہاد) میں (تمہارے لیے) مدد گار ثابت ہونگے" (اِخرجہ الطبرانی فی "المعجم الکبیر رقم 561"، قال الحافظ الہیثمی فی مجمع الزوائد/16678" : "ورجالہ رجال الصحیح)۔

حضرت موسی بن جبیر شیوخ اہل مدینة سے روایت کرتے ہیں : بیشک حضرت عمر بن الخطاب نے مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاص کو لکہا: "اے عمرو! جان لو کہ اللہ تمہیں اِور تمہارے اعمال کو بھی دیکھ رہا ہے–

اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے: (اِور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنادے) اس سے مراد ہے: کہ انکی اقتدا کی جائے، اِور بیشک تمہارے ساتھ ذمہ اِور عہد والے (عیسائی و یہودی جنھوں نے جزیہ قبول کرنے والے) لوگ بھی ہیں، اِور حضور نے انکے بارے میں اِور قبط (مصری عیسائی) کے بارے

میں وصیت فرمائی ہے آپ نے فرمایا: " قبطیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، بیشک انکے لیے عہد اور رحم (صلۃ رحمی) ہے " ، اِور صلہ رحمی کی وجہ کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدۃ محترمہ اِن (قبطیوں) میں سے تھیں ، اِور حضورﷺ نے فرمایا : " جس نے اس شخص پر جس کے ساتھ عہد (امان) ہوا ہے ظلم کیا، یا اسکی طاقت سے زیادۃ اس سے کام کروایا تو قیامت کے دن میں اسکے مخالف ہوں گا " اے عمرو! ڈر اس بات سے کہ اللہ کے رسول ﷺ (قیامت کے دن) تمہارے مخالف(تمہارے خلاف گواہ) ہوں ، پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس کے مخالف ہوگئے وہ کبھی اپنے دعوی (میں کامیاب نہیں ہو سکتا) (کنز العمال، المتقی الھندی، ط. مؤسسۃ الرسالۃ 760/5)۔

جو تاریخ کی ورق گردانی کرتا ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی صداقت کو جانتا ہے(عملی مشاہدۃ کے طور پر)، جب مصر کے لوگوں نے فاتح مسلمانوں کا استقبال کیا اِور انکے لیے اپنے سینوں کو کشادہ کیا، اور انکے (مسلمانوں) ساتھ اِمن وسلامتی کے ساتھ زندگی گزاری؛ اسی طرح مصر ایک ہی وطن کی سرزمین پر مختلف ادیان کے لوگوں میں عظیم بقائے باہم کی تاریخ کو سموئے ہوئے ہے، اِور اسی طرح گرجا گھروں کی حمایت نہ کرنا یا اسکے لوگوں کو ڈرانا یہ شرعی اِمر کے خلاف ہے۔

تمام ملل (مذاہب) میں پانچ چیزوں کی حفاظت فرض ہے: دین، جان، عقل، عزت اِور مال ، یہ شیریعت کے پانچ مقاصد ہیں۔ یہ واضح حقیقت ہے کہ بیشک یہ اعمال اِجرامیۃ ان مقاصد جو فرض ہیں انکو نقصان پہنچاتے ہیں، اور یہ باطل ہے، اِور اِن میں سے ایک فرض، جان کی حفاظت کرنا ہے، ایک مقتول جسکو بلاوجہ قتل کردیا جاتا ہے، جسکا قتل کرنا حرام ہوتا ہے، اللہ رب العزت نے انسانی جان کی عظمت کی طرف اشارۃ کرتے ہوے ارشاد فرمایا: " جس نے کسی شخص کو بغیر قصاص کے یا زمین میں فساد (پھیلانے یعنی خونریزی اور ڈاکہ زنی وغیرۃ کی سزا) کےٰ(بغیر) ناحق قتل کردیا گویا اس نے (معاشرۃ) کے تمام لوگوں کا قتل کردیا " المائدۃ/32 ۔ یہ اعمال فاسدۃ میں سے ہیں، جن سے مشرق ومغرب میں لوگوں کے ذہنوں میں اسلام کے بارے میں غلط تصور پیدا ہوتا ہے، اِور اس غلط تصور کی بناپر دشمنان اسلام پوری دنیا میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسلام خون بہانے والا دین

ہے ، اور یہ دعوی صحیح نہیں ہے ، اور اسی وجہ سے بہت سے دشمنان (اسلام) بلاوجہ ہمارے داخلی معاملات میں مداخلت کرنے کے منتظر رہتے ہیں.

اور اللہ نے اس ذریعہ کو زائل کرنے کا حکم فرمایا ہے جو اللہ تعالی کو گالی دینے کا موجب ہو خواہ وہ عمل بذاتہ جائز ہی ہو (یعنی انکے جھوٹے خداؤں کو گالی دینا) ، اللہ تعالی فرماتا ہے:[اور (اے مسلمانو!) تم ان (جھوٹوں معبودوں) کو گالی مت دو جنہیں یہ (مشرک لوگ) اللہ کے سوا پوجتے ہیں پہر وہ لوگ (بہی جوابا) جہالت کے باعث ظلم کرتے ہوئے اللہ کی شان میں دشنام طرازی کرنے لگیں گے ، اسی طرح ہم نے ہر فرقۃ (وجماعت) کے لیے انکا عمل (انکی آنکھوں میں) مرغوب کرر کھا ہے (اور وہ اسی کو حق سمجھتے رہتے ہیں) پہر سب کو اپنے رب ہی کی طرف لوٹنا ہے اور وہ انہیں انکے اعمال کے نتائج سے اگاہ فرمادے گا جو وہ انجام دیتے تھے]۔ (الأنعام: 108)

امام رازی فرماتے ہیں : یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ کفار کے ساتھ کوئی بہی ایسا فعل نہ کیا جائے جو انکو حق سے اور بھی زیادہ دور کردے اور (اسلام کے بارے میں) انکی نفرت کو اور بڑہادے ، اگر ایسا کرنا جائز ہوتا تو پہر جائز تہا کا اسکا حکم دیا جاتا، اور جو ہم نے ذکر کیا ہے اس سے منع نہ کیا جاتا، اور نہ ہی وہ (اللہ) کفار کو دین کی دعوت دیتے وقت انکے ساتھ نرم گوئی کا حکم دیتا، جیسے اللہ تعالی نے موسی وہارون (علیہما السلام) کو فرمایا (جب ان دونوں کو فرعون کی طرف دعوت توحید دینے کے لیے بھیجا)۔

[سو تم دونو اس سے نرم (انداز میں) گفتگو کرنا شاید وہ نصیحت قبول کرلے یا (میرے غضب سے) ڈرنے لگے]۔ (مفاتیح الغیب ،ط. دار الکتب العلمیۃ، 115/13)

خلاصۂ کلام: اسلام دوسروں (غیر مسلموں) کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے ، اور انہیں مسلمانوں کے درمیاں اچھے رہن سہن کی ضمانت دیتا ہے ، اور انکی عبادت گاہوں کی حفاظت کرتا ہے، بلکہ معادہِ پاسداری کے مطابق کسی بھی قسم کی دہمکی نہ دینے کی حمایت کرتا ہے، اور بے شک بقائے باہمی کے اصولوں کی ترسیخ، معاہدہِ ہم آہنگی کی پاسداری، جو معاشرے کے تمام افراد کو یکجا کرتا ہے کی وجہ سے موجودۃ ملکی نظام انہیں (بیان کردہ) احکام شرعیۃ سے ماخوذ ہے، اور مسلم وغیر مسلم سب ایک ہی قانوں کے تابع ہیں، تمام لوگ اس میں برابر ہیں، اور وہ حقوق وواجبات میں برابری کی بناپر اس میں

اپنے معاشرتی فرائض اور ذمہ داریاں ادا کرتے ہیں ،اور پھر سب ہی وطن سے تعلق ونسبت کی قدر وقیمت کو جانتے ہیں، اور تمام لوگ اپنی اپنی صلاحیتوں اور خصوصیتوں کے ساتھ مختلف قسم کی ملکی تعمیر وترقی میں شریک ہوتے ہیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔[36]

---

[36] مترجم یوسف عامر